امام محمد تقی علیہ السلام

تحریر: گروہ علمی ویکی شیعہ

محمد بن علی بن موسی (سنہ ۱۹۵-۲۲۰ھ)، امام محمد تقیؑ اور امام جوادؑ کے نام سے مشہور شیعہ امامیہ کے نویں امام ہیں۔آپ کی کنیت ابو جعفر اور لقب جواد اور ابن الرضا ہے۔

آپؑ کو جواد لقب ملنے کہ وجہ آپؑ کی بکثرت بخشش و عطا ہے۔آپؑ نے دوران خلافت مامون عباسی اور معتصم عباسی ۱۷ سال امامت کے فرائض انجام دیے۔

اکثر منابع تاریخی کے مطابق امام محمد تقیؑ سنہ ۲۲۰ ہجری ماہ ذی القعدہ کی آخری تاریخ کو ۲۵ سال کی عمر میں شہید ہوئے۔

شیعہ ائمہؑ میں آپ جوان ترین امام ہیں جنہیں شہید کیے گئے۔آپؑ کو کاظمین میں اپنے جد امجد امام موسی کاظمؑ کے جوار میں مقبرہ قریش میں دفن کیا گیا۔

بچپن میں امامت ملنے کی وجہ سے امام رضاؑ کے بعض اصحاب آپ کی امامت کے سلسلے میں شک و تردید کا شکار ہوئے۔

امام رضاؑ کے بعض اصحاب عبداللہ بن موسی کی امامت کے قائل ہوئے جبکہ بعض دیگر احمد بن موسی شاہچراغ کو امام ماننے لگے۔ بعض نے واقفیہ کا راستہ اختیار کیا۔ البتہ اکثریت نے آپؑ کی امامت کو قبول کیا۔

امام محمد تقیؑ کا وکالتی نظام کے تحت خط و کتابت کے ذریعے لوگوں سے رابطہ رہتا تھا۔ آپؑ کے دور امامت میں اہل حدیث، زیدیہ، واقفیہ اور غلات جیسے فرقے بہت سرگرم تھے اسی وجہ سے آپ اپنے ماننے والوں کو ان مذاہب کے باطل عقائد سے آگاہ کرتے، ان کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے منع کرتے اور غالیوں پر لعن کرتے تھے۔

امام جوادؑ کے دوسرے مکاتب فکر کے علماء اور دانشوروں کے ساتھ کلامی مناظرے جیسے شیخین (ابوبکر و عمر) کی خلافت کا مسئلہ، کے علاوہ فقہی مناظرے ہوئے؛ جیسے چور کا ہاتھ کاٹنا اور احکام حج وغیر۔

امام محمد تقیؑ سے صرف ۲۵۰ احادیث نقل ہوئی ہیں۔

نقل حدیث کی قلّت کہ یہ وجہ بتائی گئی ہے کہ:

اولا امام کم عمری میں مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے ثانیا آپؑ کو اپنے ہم عصر خلفا نے اپنے تحت نظر رکھا۔ آپؑ سے روایت نقل کرنے والے راویوں اور اصحاب کی تعداد ۱۱۵ سے ۱۹۳ بتائی گئی ہے۔

احمد بن ابی نصر بزنطی، صفوان بن یحییٰ اور عبد العظیم حسنی آپؑ کے اصحاب مہیں شمار ہوتے ہیں۔

شیعہ کتب میں آپؑ سے منسوب کچھ کرامات کا تذکرہ ملتا ہے جن میں ولادت کے فورا بعد بات کرنا، طی الارض، مریضوں کو شفا دینا اور استجابت دعا شامل ہیں۔ اہل سنت کے علما بھی امام جوادؑ کے علمی اور روحانی مقام و مرتبے کے معترف ہیں لہٰذا وہ لوگ بھی آپؑ کی تعریف و تمجید اور احترام کرتے ہیں۔

نسب، کنیت اور القاب

محمد بن علی بن موسی بن جعفر شیعہ امامیہ کے نویں امام ہیں جو جواد الائمہ کے نام سے مشہور ہیں۔

آپ کا سلسلہ نسب ۶ واسطوں سے شیعوں کے پہلے امام، امام علی بن ابی طالب تک پہچتا ہے۔آپ کے والد امام علی رضاؑ شیعوں کے آٹھویں امام ہیں۔[۱]

آپ کی والدہ ایک کنیز تھیں جن کا نام سبیکہ نوبیہ تھا۔[۲]

آپؑ کی کنیت ابو جعفر وابو علی ہے۔[۳] منابع حدیث میں آپؑ کو ابو جعفر ثانی کہا جاتا ہے۔[۴]

تا کہ اسم کے لحاظ سے ابو جعفر اول امام محمد باقرؑ سے مشتبہ نہ ہو۔[۵]

جواد اور ابن الرضا آپؑ کے مشہور القاب میں شمار ہوتے ہیں۔[۶] جبکہ تقی، زکی، قانع، رضی، مختار، متوکل،[۷]

مرتضی اور منتجب[۸] آپؑ کے دوسرے القاب ہیں۔

سوانح حیات

10 رجب 195ھ	ولادت امام محمد تقی[9]
200ھ	امام رضاؑ کا مرو کی طرف سفر
30 صفر 203ھ	شہادت امام رضا اور امام محمد تقی کی امامت کا آغاز[10]
15 ذی الحجہ 212ھ	ولادت امام علی النقی[11]
214ھ	ولادت موسی مبرقع[12]
215ھ	ام الفضل سے شادی[13]
18 رجب 218ھ	مأمون کی وفات اور معتصم کی خلافت کا آغاز[14]
28 محرم 220ھ	امام محمد تقی کا معتصم کے توسط بغداد میں احضار[15]
30 ذی القعدہ 220ھ	شہادت امام محمد تقی[16]

آپؑ کی ولادت سنہ ۱۹۵ ہجری کو مدینہ میں ہوئی۔[۱۷]

لیکن آپؑ کی ولادت کے دن اور مہینے کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔[۱۸]

زیادہ تر منابع نے آپ کی ولادت ماہ رمضان المبارک میں قرار دی ہے۔[۱۹]

بعض نے ۱۵ رمضان[۲۰] اور بعض دیگر نے ۱۹ رمضان[۲۱] نقل کی ہے۔[۲۲]

شیخ طوسی نے مصباح المتہجد میں آپ کی تاریخ ولادت ۱۰ رجب ذکر کی ہے۔[۲۳]

کتاب کافی کی روایت کے مطابق امام محمد تقیؑ کی ولادت سے قبل واقفی مذہب کے بعض افراد امام رضاؑ کے ہاں اولاد نہ ہونے کی وجہ سے آپؑ کی امامت میں شک و تردید کرنے لگے۔[۲۴]

یہی سبب ہے کہ جس وقت امام محمد تقیؑ کی ولادت ہوئی امام رضاؑ نے انہیں شیعوں کے لئے بابرکت مولود قرار دیا۔[۲۵] ان کی ولادت کے باجود بھی بعض واقفیہ نے امام رضاؑ سے ان کے انتساب کاانکار کیا۔ وہ کہتے تھے کہ امام محمد تقیؑ شکل و صورت کے اعتبار سے اپنے والد امام رضاؑ سے شباہت نہیں رکھتے۔ یہاں تک کہ قیافہ شناس افراد کو بلایا گیا۔ان کے کہنے سے آپ کو امام رضاؑ کافرزند مانا گیا۔[۲٦]

آپ کی زندگی کے بارے میں تاریخی مصادر میں چندان معلومات ذکر نہیں ہوئے ہیں۔[۲۷]

اس کاسبب عباسی حکومت کی طرف سے سیاسی طور پر نظر بندی، تقیہ اور آپ کی کم عمری بتایا گیا ہے۔[۲۸]

آپ مدینہ میں قیام پذیر تھے۔ابن بیھق کے نقل کے مطابق آپ نے ایک بار اپنے والد سے ملاقات کے لئے خراسان کا سفر کیا[۲۹]

اور امامت کے بعد کئی بار آپ کو عباسی خلفاء کی طرف سے بغداد طلب کیا گیا۔

ازدواجی زندگی

سنہ ۲۰۲ھ[۳۰] یا۲۱۵ھ[۳۱] میں امام محمد تقی کی شادی مامون عباسی کی بیٹی ام فضل سے ہوئی۔[۳۲]

بعض مآخذ میں احتمال ظاہر کیا گیا ہے کہ امام محمد تقیؑ کی اپنے پدر امام رضاؑ سے خراسان میں ملاقات کے دوران مامون نے اپنی بیٹی کی شادی امام جوادؑ سے کرادی ہے۔[۳۳]

مخالف (اہل سنت) مورخ ابن کثیر ((۷۰۱-۷۷۴ھ)) کے مطابق امام محمد تقیؑ کے ساتھ مامون کی بیٹی کا خطبۂ نکاح حضرت امام رضاؑ کی حیات میں پڑھا گیا لیکن شادی اور رخصتی سنہ ۲۱۵ ہجری میں عراق کے شہر تکریت میں ہوئی۔[۳۴]

تاریخی منابع کے مطابق یہ شادی مامون کی درخواست پر ہوئی۔[۳۵]

مامون کا مقصد یہ تھا کہ اس شادی کے نتیجے میں وہ پیغمبر اکرم (ص) وامام علی (ع) کی نسل سے پیدا ہونے والے بچے کا نانا قرار پائے گا۔[۳۶] کتاب الارشاد میں شیخ مفید کے نقل کے مطابھ، مامون نے امام محمد تقیؑ کے علم و فضل، دانش و حکمت، ادب و کمال اور امامؑ کی کم سنی کے باوجود بے مثال عقل کو دیکھ کر اپنی بیٹی کا عقد امام سے کیا۔[۳۷]

لیکن بعض محققین جیسے رسول جعفریان (پیدائش: ۱۳۴۳ ہجری شمسی) کا ماننا ہے کہ مامون نے سیاسی مقصد کے حصول کے لیے یہ شادی کرادی تھی۔ منجملہ اس کا ایک مقصد یہ تھا کہ وہ چاہتا تھا کہ اس کے ذریعہ امامؑ اور شیعوں سے ان کے رابطے پر نظر رکھنا چاہتا تھا۔[۳۸]

یا خود کو علویوں کا چاہنے والا پیش کرے تاکہ وہ اس کے خلاف قیام نہ کریں۔[۳۹]

شیخ مفید کے نقل کے مطابق مامون کے قریبی بعض عباسیوں نے اس شادی پر اعتراض کیا۔ ان کے اعتراض کی وجہ یہ تھی کہ انہیں ڈر محسوس ہوا کہ کہیں حکومت، عباسیوں کے ہاتھ سے نکل کر علویوں کے ہاتھ میں نہ چلی جائے۔[۴۰]

امامؑ نے اس ام الفضل کا حق مہر حضرت زہراءؑ کے حق مہر یعنی ۵۰۰ درہم رکھا۔[۴۱]

ام الفضل سے امامؑ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔[۴۲]

امام محمد تقیؑ کی دوسری زوجہ سمانہ مغربیہ تھیں[۴۳] وہ ایک کینز تھیں جنہیں خود امام کے حکم سے خریدی گئی تھی۔[۴۴]

امام کی تمام اولاد اسی زوجہ سے ہوئیں۔[۴۵]

اولاد

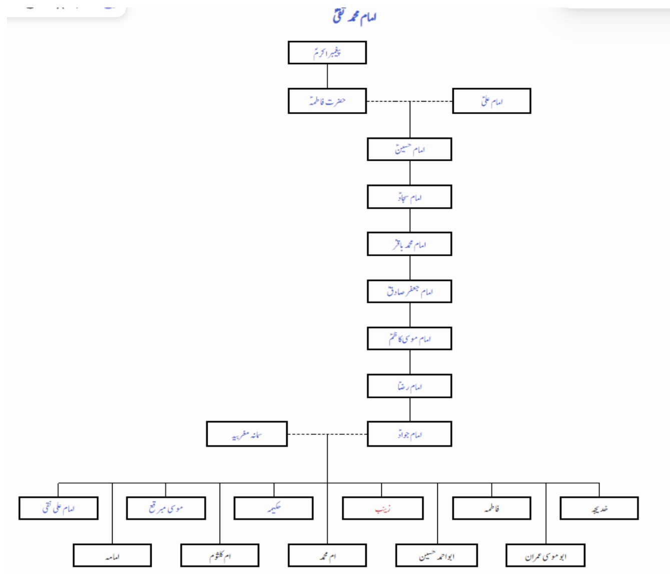

امام محمد تقیؑ

پیغمبر اکرمؐ

حضرت فاطمہ　　　امام علیؑ

امام حسینؑ

امام سجادؑ

امام محمد باقرؑ

امام جعفر صادقؑ

امام موسی کاظمؑ

امام رضاؑ

سمانہ مغربیہ　　　امام جوادؑ

امام علی نقی　　　موسی مبرقع　　　حکیمہ　　　زینب　　　فاطمہ　　　خدیجہ

امامہ　　　ام کلثوم　　　ام محمد　　　ابواحمد حسین　　　ابو موسی عمران

شیخ مفید کی روایت کے مطابق امام محمد تقیؑ کی چار اولاد امام علی نقی، موسی مبرقع، فاطمہ اور اَمامہ ہیں۔[۴۶]

البتہ بعض راویوں نے آپؑ کی بیٹیوں کی تعداد تین بتائی ہے جو کہ حکیمہ، خدیجہ وام کلثوم تھیں۔[۴۷]

چودہویں صدی ہجری سے مربوط بعض مصادر میں ام محمد، زینب اور میمونہ کو بھی آپ کی بیٹیوں میں شامل کیا گیا ہے۔[۴۸]
کتاب منتہی الآمال میں ضامن بن شدقم سے نقل ہوا ہے کہ امام محمد تقیؑ کے ۴ بیٹے تھے جن کے نام ابوالحسن، امام علی نقی(ع)، ابواحمد موسی مُبرقَع، حسین، عمران اور ۴ بیٹیاں جن کے نام فاطمہ، حکیمہ، خدیجہ اور ام کلثوم بتائے گئے ہیں۔[۴۹]

بعض مورخین کے مطابق امامؑ کے ۳ بیٹے تھے بنام امام علی نقیؑ، موسی مبرقع اور یحیٰ جبکہ ۵ بیٹیاں تھیں بنام فاطمہ، حکیمہ، خدیجہ، بہجت اور بُرَیہہ۔[۵۰]

شہادت

عباسی حکومت میں آپ کو دو مرتبہ بغداد طلب کیا گیا۔ پہلا سفر مامون کا زمانہ تھا یہ سفر زیادہ طولانی نہیں تھا۔[۵۱]

دوسری مرتبہ ۲۸ محرم سنہ ۲۲۰ھ کو معتصم کے طلب کرنے پر آپؑ بغداد میں داخل ہوئے اور اسی سال ذی القعدہ[۵۲]

یا ذی الحجہ کے مہینے میں آپؑ کی شہادت ہوئی۔[۵۳]

زیادہ تر منابع میں آپ کی شہادت کا دن آخر ذی القعدہ ذکر ہوا ہے؛[۵۴]

البتہ بعض منابع میں امام کی شہادت کی تاریخ ۵ ذی الحجہ [۵۵] یا ۶ ذی الحجہ [۵۶]

ذکر ہوئی ہے۔ آپ کے جسد کو مقبرہ قریش کاظمین میں آپ کے جد امام موسی کاظم (ع) کے پہلو میں دفن کیا گیا۔[۵۷]

شہادت کے وقت آپ کی عمر ۲۵ برس نقل ہوئی ہے۔[۵۸] اس اعتبار سے آپ شہادت کے وقت جوان ترین شیعہ امام تھے۔

آپؑ کی شہادت کے اسباب کے حوالے سے مروی ہے کہ بغداد کے قاضی ابن ابی داؤد نے معتصم عباسی کے پاس چغل خوری کی اور اس سخن چینی کا اصل سبب یہ تھا کہ چور کا ہاتھ کاٹنے کے سلسلے میں امامؑ کی رائے پر عمل ہوا تھا اور یہ بات ابن ابی داؤد اور دیگر درباری فقہاء کی شرمندگی کا باعث ہوئی تھی۔[۵۹]

آپ کو کس طرح شہید کیا گیا؟ اس سلسلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض منابع میں آیا ہے کہ معتصم نے اپنے ایک وزیر کے منشی کے توسط سے زہر دلوا کر امامؑ کو شہید کر دیا۔[۶۰]

البتہ بعض دوسروں کی رائے ہے کہ امامؑ کو ام الفضل بنت مامون نے زہر دیا تھا۔[۶۱]

تیسری صدی ہجری کے مورخ مسعودی (متوفی: ۳۴۶ھ) کا کہنا ہے: معتصم عباسی اور ام الفضل کا بھائی جعفر بن مامون مسلسل امامؑ کو زہر دینے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ چونکہ ام الفضل کی کوئی اولاد نہیں تھی اور امام علی نقی امام محمد تقی کی دوسری زوجہ سے تھے۔

جعفر نے اپنی بہن کو اکسایا کہ آپؑ کو زہر دے کر امام کو قتل کرے۔ چنانچہ اس نے زہر آلود انگور امامؑ کو کھلا دیا۔ مسعودی کے بقول ام الفضل امام کو زہر دینے کے بعد پشیمان ہوئی۔ امامؑ نے فرمایا وہ ایک لاعلاج بیماری میں مبتلا ہو جائے گی۔[۶۲]

ام الفضل کے ذریعہ آپ کی شہادت کی کیفیت کے سلسلہ میں دوسرے اقوال بھی نقل ہوئے ہیں۔[۶۳]

ایک دوسری روایت کے مطابق، جب لوگوں نے معتصم کے ہاتھوں پر بیعت کر لی تو اس نے مدینہ کے گورنر عبد الملک زیات کو خط لکھااور اسے حکم دیا کہ وہ امام (ع) کو ام الفضل کے ہمراہ بغداد روانہ کرے۔ جب امام بغداد میں وارد ہوئے تو اس نے ظاہری طور پر امام کا احترام کیااور امام اور ام الفضل کے لئے تحائف بھیجے۔

اس روایت کے مطابق معتصم نے سنتگرے کا شربت اپنے اشناش نامی غلام کے ذریعہ امام کے پاس بھیجا۔ اس نے امام سے کہاکہ خلیفہ نے یہ شربت بعض بزرگان منجملہ احمد بن ابی داود و سعید بن خضیب کو پلایا ہے اور حکم دیا ہے کہ آپ بھی یہ شربت پی لیں۔

امام نے فرمایا: میں اسے شب میں نوش کروں گا۔ لیکن اس نے اصرار کیا کہ اسے ٹھنڈی حالت میں پیا جانا چاہیے، امام نے اسے نوش کر لیااور اسی کی وجہ سے آپ کی شہادت واقع ہوئی۔[۶۴]

شیخ مفید (متوفی: ۴۱۳ھ) امام کے زہر سے شہید ہونے والے قول کو نہیں مانتے، ان کا کہنا ہے کہ یہ چیز میرے لئے ثابت نہیں ہے تاکہ میں اس کی شہادت دے سکوں۔[۶۵]

شیخ مفید نے اپنی کتاب تصحیح اعتقادات الامامیہ میں بھی لکھا ہے کہ بعض اماموں منجملہ امام جوادؑ کی شہادت ثابت نہیں ہے۔[۶۶] البتہ سید محمد صدر (شہادت: ۱۳۷۷ ہجری شمسی) نے اپنی کتاب "تاریخ الغیبہ میں اس روایت

«ما مِنّا إلّا مقتولٌ شهیدٌ»

(ہم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ جسے قتل یا شہید نہ کیا گیا ہو)[۶۷]

سے استناد کرتے ہوئے امام محمد تقیؑ کی شہادت کے قائل ہوئے ہیں۔[۶۸] معاصر مورخ، رسول جعفریان بھی امامؑ کی شہادت کے قائل ہیں اور اس سلسلے میں بعض شواہد بھی پیش کرتے ہیں۔[۶۹]

بعض مورخین منجملہ سید جعفر مرتضی عاملی شیخ مفید کے نظریے کی توجیہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں چونکہ وہ بغداد میں قیام پذیر تھے اور اس بات کے پیش نظر کہ عباسی حکومت میں مکتب اہل بیت (ع) اور شیعوں کے خلاف جو فضا حاکم تھی، اس میں شیخ صراحت کے ساتھ شیعہ عقاید اور امام محمد تقی (ع) کی شہادت کے بارے میں اظہار نظر نہیں کر سکتے تھے لہٰذا انہوں نے اس مورد میں

تقیہ کیا ہے۔ یہ احتمال بھی ذکر ہوا ہے کہ زیادہ منابع ان کی دسترس میں نہ ہونے اور منابع اصلی تک رسائی حاصل کرنے میں سختی کی وجہ سے یہ مطالب ان تک نہیں پہنچ سکے ہیں۔[۷۰]

مدت امامت

امام محمد تقیؑ کی امامت کا دور امام رضا کی شہادت کے سال ۲۰۳ھ سے شروع ہوتا ہے۔[۷۱]

آپؑ کی امامت کا زمانہ دو عباسی خلفاء کے معاصر ہے تقریبا ۱۵سال مامون (۱۹۳۔۲۱۸ھ) کی حکومت کے دور میں اور دو سال معتصم (۲۱۸۔۲۲۷ھ) کی حکومت کے دور میں گزرے۔[۷۲]

آپ کی مدت امامت ۱۷سال ہے۔[۷۳]

سنہ ۲۲۰ھ میں ان کی شہادت کے بعد منصب امامت ان کے فرزند امام علی نقی (ع) کی طرف منتقل ہو گیا۔[۷۴]

نصوص امامت

امام رضا (ع) نے متعدد موارد میں امام محمد تقی (ع) کی امامت کا اعلان اپنے اصحاب کے سامنے فرمایا تھا۔ کتاب الکافی،[۷۵] کتاب الارشاد،[۷٦] اعلام الوری[۷۷] و بحار الانوار[۷۸] میں سے تمام کتب میں امام محمد تقی (ع) کی امامت کے سلسلہ میں مستقل باب موجود ہے۔ ان میں بالترتیب ۱۴، ۱۱، ۹، ۲٦ روایات اس سلسلہ میں نقل ہوئی ہیں۔

منجملہ ان روایات میں ایک روایت میں ایک صحابی نے امام رضاؑ سے آپؑ کے جانشین کے بارے میں پوچھا تو آپؑ نے ہاتھ سے اپنے بیٹے [ابو جعفر (امام تقی] کی طرف اشارہ کیا جو آپؑ کے سامنے کھڑے تھے۔[۷۹]

یا ایک روایت میں آپ نے فرمایا: یہ ابو جعفر ہیں جنہیں میں نے اپنا جانشین قرار دیا ہے اور میں نے عہدہ امامت ان کے سپرد کیا ہے۔[۸۰]

شیعوں عقیدہ کے مطابق امام فقط سابق امام کی نص سے تعیین ہوتا ہے۔[۸۱] یعنی ہر امام کو چاہئے کہ وہ واضح الفاظ میں اپنے بعد کے امام کو معین کرے۔

بچپن میں امامت اور شیعوں کی آشفتگی

امام محمد تقی (ع) تقریباآٹھ سال کی عمر میں امامت کے منصب پر فائز ہوئے۔[۸۲]

آپ عمر کم ہونے کی وجہ سے امام رضا (ع) کے بعد آپ کی امامت میں اختلاف پیدا ہو گیا؛ بعض امام رضا کے بھائی عبد اللہ بن موسی کی طرف چلے گئے لیکن کچھ ہی مدت کے بعد انہیں احساس ہو گیا کہ ان میں امامت کی صلاحیت نہیں ہے لہذا ان سے رو گردان ہوئے۔[۸۳]

بعض امام رضا کے دوسرے بھائی احمد بن موسی کی طرف مائل ہو گئے اور بعض واقفیہ سے ملحق ہو گئے۔[۸۴]

بہر حال امام رضا (ع) کے زیادہ تر اصحاب امام محمد تقی (ع) کی امامت کے معتقد رہے۔[۸۵]

منابع نے اس اختلاف کا سبب امام کی کم عمری ذکر کیا ہے۔ نوبختی کے بقول اس اختلاف کی علت یہ تھی کہ وہ لوگ امام کے لئے بالغ ہونے کو ضروری سمجھتے تھے۔[۸۶]

البتہ یہ مسئلہ امام رضا کی زندگی میں پیش آ چکا تھا۔امام رضا نے اس کے جواب میں حضرت عیسی کو بچپن میں نبوت ملنے سے استناد کیا اور فرمایا: جب عیسی کو نبوت عطا ہوئی تو ان کی عمر میرے فرزند سے بھی کم تھی۔]۸۷[

اسی طرح سے ان لوگوں کے جواب میں جو امام کے بچپن پر اعتراض ذکر کرتے تھے، قرآن کریم کی ان آیات سے جن میں حضرت یحیٰی کو بچپن میں نبوت ملنے[۸۸]

اور اسی طرح سے حضرت عیسی کے گہوارے میں گفتگو کرنے سے[۸۹] استناد کیا گیا ہے۔[۹۰]

خود امام محمد تقی (ع) نے اپنے اوپر کئے جانے والے اعتراض کے جواب میں حضرت داود کے جانشین حضرت سلیمان کی طرف اشارہ کیا ہے جنہیں بچپن میں نبوت عطا ہوئی اور فرمایا: انہیں اس وقت نبوت عطا ہوئی جب وہ بچے تھے اور گوسفند چرایا کرتے تھے حضرت داود نے انہیں اپنا جانشین قرار دیا حالانکہ علمائے بنی اسرائیل اس بات سے انکار کرتے تھے۔[۹۱]

شیعوں کے سوال و امام کے جواب

امام رضا (ع) متعدد مواقع پر امام محمد تقی (ع) کی امامت کی تصریح فرما چکے تھے۔[۹۲]

اس کے باوجود بعض شیعہ مزید اطمینان کی غرض سے آپ سے مختلف سوالات کرتے تھے۔[۹۳]

یہ آزمایش دوسرے ائمہ کے لئے بھی ہو چکی تھی۔[۹۴]

البتہ امام جواد کی عمر کم ہونے کی وجہ سے ان کے سلسلہ میں اس ضرورت کا زیادہ احساس کیا گیا۔[۹۵]

مورخ معاصر رسول جعفریان کے بقول، شیعوں کی طرف سے ایسا ہونے کی دلیل یہ تھی کہ کبھی بعض دلائل کی وجہ سے جیسے تقیہ و حفظ جان امام کے کئی افراد سے اس کی وصیت کی جاتی تھی۔[۹۶]

منابع روایی میں مختلف گزارشات ذکر ہوئی ہیں جن کے مطابق شیعوں نے امام محمد تقی (ع) سے سوالات کئے اور امام کے جوابات ان کی منزلت بڑھانے اور ان کی امامت کے قبول کرنے کا سبب بنے۔[۹۷]

البتہ یہ سوال پوچھنے کی روش امام تقی سے مخصوص نہیں تھی۔ وہ اسی طریقے سے دوسروں کے امتحان بھی لے چکے تھے۔[۹۸] روایات میں ذکر ہوا ہے کہ شیعوں کے مختلف گروہ جو بغداد اور مختلف شہروں سے حج کے لئے آئے تھے وہ امام جواد الائمہ کے دیدار کے لئے مدینہ گئے۔ انہوں نے مدینہ میں عبد بن موسی سے ملاقات کی اور ان سے سوالات پوچھے لیکن انہوں نے ان سوالوں کے غلط جوابات دیئے۔ وہ لوگ حیران ہو گئے۔ اسی مجلس میں امام تقی (ع) وارد ہوئے تو انہوں نے ان ہی سوالات کو ان دریافت کیا اور امام (ع) کے جواب سے قانع ہو گئے۔[۹۹]

شیعوں سے رابطہ

امام جوادؑ دنیائے اسلام کے مختلف علاقوں میں وکیلوں کے توسط سے شیعیان اہل بیتؑ سے رابطے میں تھے۔ بغداد، کوفہ، اہواز، بصرہ، ہمدان، قم، رے، سیستان اور بُست میں آپ کے نمائندے موجود تھے۔[۱۰۰]

آپ کے وکلاء کی تعداد ۱۳ نقل ہوئی ہے۔[۱۰۱]

وہ شیعوں سے موصول ہونے والی شرعی وجوہات کو امام تک پہچاتے تھے۔[۱۰۲]

ہمدان میں ابراہیم بن محمد ہمدانی[۱۰۳]

اور ابو حذاء بصرہ کے اطراف میں[۱۰۴]

آپ کے وکیل تھے۔ صالح بن محمد بن سہل قم میں امام کے موقوفات کی رسیدگی کرتے تھے۔[۱۰۵]

اسی طرح سے زکریا بن آدم قمی،[۱۰۶] عبدالعزیز بن مہتدی اشعری قمی،[۱۰۷] صفوان بن یحییٰ،[۱۰۸] علی بن مہزیار[۱۰۹] و یحییٰ بن ابی عمران[۱۱۰] آپ کے وکلاء میں سے تھے۔

بعض اہل قلم نے بعض شواہد سے استناد کرتے ہوئے محمد بن فرج رخجی وابو ہاشم جعفری کو بھی آپ کے وکلاء میں شمار کیا ہے۔[۱۱۱]

البتہ احمد بن محمد سیاری بھی وکالت کا دعوی کرتا تھا لیکن امام نے اس کے دعوی کو رد کرتے ہوئے انہیں شرعی وجوہات نہ دینے کا حکم دیا۔[۱۱۲]

آیت اللہ سید علی خامنہ ای اپنی ایک تحلیل میں کہتے ہیں کہ:

امام جوادؑ نے وکلائی نظام کے ذریعے امام مہدی (عج) کی غیبت کے لیے ماحول فراہم کیا حالانکہ امامؑ کے ہم عصر خلفا اس بات سے سخت خوف میں مبتلا تھے۔[۱۱۳]

نقل ہوا ہے کہ امام دو دلیل کی وجہ سے مستقیم رابطے کے بجائے وکیلوں کے ذریعے سے اپنے شیعوں سے رابطہ برقرار رکھتے تھے:

آپ حکومت وقت کے زیر نگرانی تھے۔

آپؑ لوگوں کو غیبت امام زمانہ (عج) کے لئے تیار کر رہے تھے۔[۱۱۴]

امامؑ حج کے ایام میں بھی شیعوں سے ملاقات اور گفتگو کرتے تھے۔ بعض محققین کا ماننا ہے کہ امام رضا (ع) کا سفر خراسان سبب بنا کہ شیعوں سے ائمہ کے ساتھ ارتباط میں وسعت پیدا ہو۔[۱۱۵]

اسی بناء پر شیعہ خراسان، ری، بست و سجستان سے ایام حج میں امام سے ملاقات کے لئے آتے تھے۔

آپ وکلا کے علاوہ خط وکتابت کے ذریعے بھی اپنے پیروکاروں کے ساتھ رابطے میں تھے۔

شیعہ اپنے سوالات خط وکتابت کے ذریعے بھجواتے تھے اور آپؑ ان کا جواب دیتے تھے جن میں سے اکثر کا تعلق فقہی مسائل سے ہوتا تھا۔[۱۱۶]

موسوعۃ الامام الجواد[۱۱۷] میں امامؑ کے والد اور فرزند کے علاوہ ۶۳ افراد کے نام حدیث ورجال کے مآخذ سے اکٹھے کئے گئے ہیں جن کا خط وکتابت کے ذریعے امامؑ کے ساتھ رابطہ رہتا تھا۔ البتہ امامؑ نے بعض خطوط اپنے پیروکاروں کے گروہوں کے نام تحریر فرمائے ہیں۔[۱۱۸]

دوسرے گروہوں سے مقابلہ

شیعہ منابع میں نقل ہونے والے شیعوں کے سوالات اور امام محمد تقی (ع) کے جوابات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دور امامت میں اہل حدیث، واقفیہ، زیدیہ وغلات جیسے فرقے سرگرم تھے۔ روایات کے مطابق امام کے زمانہ میں محدثین کے درمیان جو بحثیں ہوتی تھیں ان کے اعتبار سے بعض شیعہ خدا کے جسم ہونے کے بارے میں شک میں مبتلا ہو گئے تھے۔ امام نے خدا سے جسم و جسمانیت کی نسبت کو رد کرتے ہوئے ایسے لوگوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا جو خدا کے جسم ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے بلکہ ایسے لوگوں کو زکات دینے سے بھی منع فرمایا۔

امام نے ابو ہاشم جعفری کے اس آیت کریمہ

لا تُدْرِکهُ الْأَبْصارُ وَ هُوَ یدْرِک الْأَبْصار[۱۱۹]

کی تفسیر میں کئے گئے سوال کے جواب میں فرمایا: خداوند عالم کو ان ظاہری آنکھوں سے دیکھنا (عقیدہ مجسمہ) ممکن نہیں ہے۔ دل کی آنکھوں سے دیکھنا ان آنکھوں سے زیادہ دقیق تر ہے۔

انسان نے جن چیزوں کو نہیں دیکھا ہے وہ ان کا تصور کر سکتا ہے لیکن انہیں دیکھ نہیں سکتا ہے۔ جب اوہام قلوب خدا کو درک نہیں کر سکتے ہیں توآنکھیں جس طرح سے اسے درک کر پائیں گی؟[۱۲۰]

امام (ع) سے واقفیہ کی مذمت میں روایات نقل ہوئی ہیں۔[۱۲۱]

آپ نے واقفیہ و زیدیہ کو نواصب کی فہرست میں قرار دیا ہے۔[۱۲۲]

آپ فرماتے تھے: آیہ کریمہ:

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ-

ترجمہ: اس دن کچھ چہرے تذلل کا منظر پیش کرنے والے ہوں گے (۲) بہت کام کیے ہوئے بڑی محنت و مشقت اٹھائے ہوئے ہیں (مگر بے سود)۔[۱۲۳] ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[۱۲۴] اسی طرح سے نے آپ نے اپنے اصحاب سے واقفیوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔[۱۲۵]

امام جواد (ع) غالیوں، ابوالخطاب اور اس کے ماننے والوں پر لعنت کیا کرتے تھے۔ اسی طرح سے آپ ان لوگوں پر بھی لعنت کرتے تھے جو ان پر لعنت میں شک و تردید کرتے تھے۔[۱۲۶]

آپ ابوالغمر، جعفر بن واقد و ہاشم بن ابی ہاشم جیسے افراد کو "ابوالخطاب" کا پیرو شمار کرتے تھے اور فرماتے تھے یہ لوگ ہم (اہل بیت) کے نام سے لوگوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔[۱۲۷]

اس روایت کے مطابق جو رجال کشی میں ذکر ہوئی ہے، آپ نے غلات میں سے ابوالسّمہری اور ابن ابی زرقاء نامی دو لوگوں کے قتل کو جائز قرار دیا تھا اور اس کی دلیل آپ نے شیعوں کو گمراہ کرنے میں ان کے کردار کو قرار دیا تھا۔[۱۲۸]

اسی طرح سے آپ نے اس دور کے غالیوں کے عقاید سے مقابلہ بھی کیا اور کوشش کی کہ ان کے عقاید کی تبیین سے شیعوں کو ان کی پیروی سے دور کریں۔[۱۲۹]

اسی طرح سے آپ نے محمد بن سنان کو خطاب کرتے ہوئے مفوضہ کے اس دعوی کو کہ اللہ نے تخلیق و تدبیر سب کچھ محمد و آل محمد کے حوالے کر دیا، رد کیا۔ البتہ احکام کو تفویض کرنے کے عقیدہ کو صحیح عقیدہ کے طور پر پیش کیا اور اسے مشیت الہی سے منسوب کیا اور فرمایا: یہ وہ عقیدہ ہے کہ جو بھی اس سے آگے بڑھے گا وہ اسلام سے خارج ہو جائے گا، جو اس کو قبول نہیں کرے گا وہ (اس کا دین) نابود ہو جائے گا اور جو اسے قبول کرے گا وہ حق سے ملحق ہو جائے گا۔[۱۳۰]

مناظرات واحادیث

امام محمد تقی (ع) سے تقریبا دو سو پچاس احادیث نقل ہوئی ہیں۔[۱۳۱]

یہ روایات فقہی، تفسیری و اعتقادی موضوعات پر مشتمل ہیں۔

دوسرے ائمہ (ع) کی بنسبت آپ سے کم احادیث نقل ہونے کا سبب، آپ کا تحت نظارت ہونا اور شہادت کے وقت آپ کی عمر کم ہونا ذکر ہوا ہے۔

سید بن طاووس نے اپنی کتاب مہج الدعوات میں آپ سے ایک حرز مامون عباسی کی حفاظت کے لئے نقل کیا ہے۔[۱۳۲]

اسی طرح سے یہ حرز:

یَا نُورُ یَا بُرْهَانُ یَا مُبِینُ یَا مُنِیرُ یَا رَبِّ اکْفِنِی الشُّرُورَ وَ آفَاتِ الدُّهُورِ

وَ أَسْأَلُکَ النَّجَاةَ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّورِ،

آپ سے منسوب ہے۔[۱۳۳] حرز امام جواد اپنے ہمراہ رکھنا شیعوں کے درمیان متداول ہو چکا ہے۔[۱۳۴]

امام (ع) نے اپنے دور امامت میں متعدد مرتبہ مامون عباسی کے بعض درباری فقہاء کے ساتھ مناظرے کئے ہیں۔

تاریخی گزارشات کے مطابق ان میں سے بعض مناظرے مامون و معتصم کے درباریوں کی درخواست پر اور امام (ع) کو آزمانے کی غرض سے ہوتے ہیں اور اس کے نتائج حاضرین کے استعجاب و تحسین کا باعث بنتے تھے۔[۱۳۵]

مصادر میں امام جواد کے ۹ مناظروں و گفتگو کا تذکرہ ہوا ہے۔ جن میں چار بار یحییٰ بن اکثم کے ساتھ اور ایک بار قاضی القضاۃ بغداد احمد بن ابی داود کے ساتھ ہونے والا مناظرہ شامل ہے۔

اسی طرح سے عبداللہ بن موسی، ابوہاشم جعفری، عبدالعظیم حسنی و معتصم کے ساتھ ہونے والی آپ کی گفتگو بھی نقل ہوئی ہے۔ ان بحثوں کا موضوع فقہی مباحث میں حج، طلاق، چوری کی سزا و دیگر مباحث میں امام زمانہ (ع) کے اصحاب کی خصوصیات، شیخین کے جعلی فضائل اور اسماء و صفات خداوند شامل ہیں۔[۱۳۶]

حج سے متعلق ایک فقہی مسئلے پر مناظرہ

جب مامون نے امام محمد تقیؑ سے اپنی بیٹی ام فضل کی شادی کا فیصلہ کیا تو بنی عباس کے بزرگوں نے اس فیصلے پر اعتراض کیا جس کے جواب میں مامون نے کہا تم ان (امام جواد) کا امتحان لے لو۔

انہوں نے قبول کیا اور دربار کے سب سے بڑے عالم اور فقیہ یحییٰ بن اکثم کو امام جوادؑ کے ساتھ مناظرے کے لئے انتخاب کیا۔

مناظرے کا دن آن پہنچا۔ یحییٰ بن اکثم نے مناظرے کا آغاز کرتے ہوئے امام سے سوال کیا:

اگر کوئی مُحرِم (وہ شخص جو حج کے احرام کی حالت میں ہو) کسی حیوان کا شکار کرے تو حکم کیا ہوگا؟[۱۳۷]

امامؑ نے اس مسئلے کی مختلف صورتیں بیان کیں اور ابن اکثم سے کہا: تم کون سی صورت کے بارے میں جاننا چاہتے ہو؟

یحییٰ جواب نہ دے سکا۔ اس کے بعد امامؑ نے محرم کے شکار کی مختلف صورتوں کے احکام الگ الگ بیان کئے تو تمام اہل دربار اور عباسی علما نے آپؑ کے علم کا اعتراف کیا اور مامون۔

جس پر اپنے انتخاب کے حوالے سے نشاط و سرور کی کیفیت طاری تھی ۔نے کہا: میں اس نعمت پر خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کیونکہ جو میں نے سوچا تھا وہی ہوا۔[۱۳۸]

تاریخی نقل کے مطابق مامون نے امام جوادؑ کے جوابات کو سننے کے بعد کہا کہ اس خاندان کے فضل و علم سب پر عیاں ہے ان کی کم عمری ان کے کمالات اور فضائل کی راہ میں رکاوٹ نہیں۔ اس نے مزید کہا پیغمبر خداؐ نے امام علیؑ کو بلا کر اپنی تبلیغ کا آغاز کیا حالانکہ اس وقت علیؑ کی عمر صرف ۱۰ تھی۔[۱۳۹]

ایک روایتکے مطابق مامون نے اپنے اطرافیوں سے پہلے ہی کہہ رکھا تھا کہ خاندان رسولؐ کا معاملہ دوسروں سے بالکل الگ ہے۔ اسی لیے کہا تھا کہ ان سے سوال کرکے امتحان لے لیں۔[۱۴۰]

خلفاء کے بارے میں مناظرہ

امام جوادؑ نے مامون عباسی کی موجودگی میں بعض فقہاء اور درباریوں کے ساتھ مناظرہ کیا اور ابوبکر اور عمر کے فضائل کے بارے میں یحییٰ بن اکثم کے سوالات کا جواب دیا۔

یحییٰ نے کہا: جبرائیل نے خدا کی طرف سے رسول اللہ (ص) سے کہا: "میں ابوبکر سے راضی ہوں؛ آپ ان سے پوچھیں کہ کیا وہ مجھ سے راضی ہیں؟!

امامؑ نے فرمایا: میں ابوبکر کے فضائل کا منکر نہیں ہوں لیکن جس نے یہ حدیث نقل کی ہے اسے رسول اللہ (ص) سے منقولہ دوسری حدیثوں کو بھی مد نظر رکھنا چاہئے۔

اور وہ یہ کہ آپ (ص) نے فرمایا: جب میری جانب سے کوئی حدیث تم تک پہنچے تو اس کا کتاب اللہ اور میری سنت کے ساتھ موازنہ کرو اور اگر خدا کی کتاب اور میری سنت کے موافق نہ ہو تو اسے رد کرو؛ اور بے شک یہ حدیث قرآن کریم سے ہم آہنگ نہیں ہے کیونکہ خداوند متعال نے ارشاد فرمایا ہے:

"وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ

(سورہ ق آیت ١٦)

ترجمہ: اور ہم نے پیدا کیا ہے آدمی کو اور ہم جانتے ہیں جو اس کے دل میں وسوسے پیدا ہوتے ہیں اور ہم اس سے رگ گردن سے زیادہ قریب ہیں۔ تو کیا خداوند متعال کو علم نہ تھا کہ کیا ابوبکر اس سے راضی ہیں یا نہیں؟

چنانچہ تمہاری بات درست نہیں ہے۔[١٤١]

بعد ازاں یحییٰ نے اس روایت کا حوالہ دیا کہ

"أنّ مثل أبی بکر و عمر فی الأرض کمثل جبرئیل و میکائیل فی السماء

ترجمہ: بے شک روئے زمین پر ابوبکر اور عمر کی مثال، آسمان میں جبرائیل اور میکائیل کی مانند ہے۔[١٤٢]

امامؑ نے جواب دیا: اس روایت کا مضمون درست نہیں کیونکہ جبرائیل و میکائیل ہمیشہ سے خدا کی بندگی میں مصروف رہے ہیں اور ایک لمحے کے لئے خطا اور اشتباہ کے مرتکب نہیں ہوئے جبکہ ابوبکر و عمر قبل از اسلام برسوں تک مشرک تھے۔[١٤٣]

چور کے ہاتھ کاٹنے کی سزا کا مسئلہ

امام جوادؑ کے قیام بغداد کے دوران بعض واقعات پیش آئے جو لوگوں کے درمیان امامت کی منزلت سے آگہی کا سبب بنے۔

مثال کے طور پر چور کا ہاتھ کاٹنے کے سلسلے میں امامؑ کے فتوے کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے۔ فقہا کے درمیان اختلاف اس بات پر رونما ہوا کہ کیا چور کا ہاتھ کلائی سے کاٹنا چاہیئے یا پھر کہنی سے!!!

بعض فقہاء نے کلائی سے ہاتھ کاٹنے پر رائے دی اور بعض نے کہنی سے کاٹنے کے حکم کو اختیار کیا۔

عباسی خلیفہ معتصم نے اس سلسلے میں امام جوادؑ کی رائے پوچھی۔

امامؑ نے ابتدا میں معذرت کی لیکن معتصم نے اصرار کیا تو آپؑ نے فرمایا:

"چور کے ہاتھ کی چار انگلیاں کاٹی جاتی ہیں۔ آپؑ نے اس فتوی کی دلیل بیان کرتے ہوئے آیت کریمہ کا حوالہ دیا جہاں ارشاد ہوا ہے:

"وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَداً-[١٤٤]

ترجمہ: اور یہ کہ سجدے کے مقامات اللہ کے لئے مخصوص ہیں لہٰذا اللہ کے ساتھ کسی کو خدا نہ کہو۔ معتصم کو امامؑ کا جواب پسند آیا اور چور کی انگلیاں کاٹ دی گئیں۔[۱۴۵]

فضائل و کرامات

احادیث میں امام محمد تقیؑ کے بکثرت فضائل و کرامات منقول ہوئے ہیں۔

کثرت جود و بخشش

امام محمد تقیؑ کو جواد کا لقب اسی لیے ملا ہے کہ آپؑ نہایت درجہ جود و بخشش کے مالک تھے۔[۱۴۶]

جس وقت امام رضاؑ نے خراسان سے آپؑ کو جواد کے لقب دیکر ایک خط بھیجا اسی وقت سے ہی آپؑ کی بخشش و سخاوت زبان زد عام تھی۔ جس وقت آپ کے والد خراسان میں تھے، اصحاب آپ کو گھر کے پہلو والے دروازہ سے باہر لے جاتے تھے تاکہ آپ کا سامنا دروازے پر جمع نیاز مند افراد سے کمتر ہو۔

اس روایت کے مطابق، امام رضاؑ نے آپ کو خط تحریر کیا اور فرمایا کہ ان لوگوں کی بات پر عمل نہ کریں جو آپ کو اصلی دروازے کے بجائے پہلو والے دروازہ سے خارج ہونے کا مشورہ دیتے ہیں۔

جب بھی گھر سے باہر نکلنا چاہیں اپنے ساتھ کچھ درہم و دینار رکھا کریں۔ تاکہ جو بھی آپ سے سوال کرے اسے خالی ہاتھ کبھی جانے نہ دینا۔]۱۴۷[

کثرت عبادت

عراقی مورخ باقر شریف قرشی نے جواد الائمہ کو اپنے زمانے کا سب سے بڑے عبادت گزار اور مخلص ترین شخص کے عنوان سے امام کا تعارف کرایا ہے۔ قرشی کہتے ہیں امام جوادؑ کثرت سے نافلہ نماز پڑھتے تھے۔

ان کے بقول امام جواد اپنی نافلہ نماز میں ہر رکعت میں حمد کے بعد ستر مرتبہ توحید کی تلاوت فرماتے تھے۔[۱۴۸]

سید بن طاووس نے منقول روایت کے مطابق جب بھی قمری مہینہ شروع ہوتا تھا، آپؑ دو رکعت نماز پڑھتے تھے جس کی پہلی رکعت میں سورہ حمد کے بعد تیس مرتبہ سورہ توحید اور دوسری رکعت میں حمد کے بعد تیس بار سورہ قدر کی تلاوت کرتے تھے اور اس کے بعد صدقہ دیتے تھے۔[۱۴۹]

کرامات

شیعہ منابع حدیثی میں بعض کرامات کو امام محمد تقیؑ سے منسوب کیا گیا ہے؛

منجملہ ولادت کے دورا بعد بات کرنا، اپنے والد امام رضاؑ کی تدفین کے لیے مدینہ سے طی الارض کر کے خراسان پہنچنا، بیماروں کو شفا دینا، مستجاب الدعوۃ ہونا، لوگوں کے باطن کی خبر دینا اور آئندہ کی پیشنگوئی کرنا وغیرہ آپ کے کرامات میں سے ہیں۔[۱۵۰]

محدث قمی نے قُطب راوندی سے اور انہوں نے محمد بن میمون سے نقل کیا ہے، ابن میمون کہتا ہے:

"جس وقت امام رضاؑ خراسان نہیں گئے تھے، امام کو مکہ کی جانب ایک سفر پیش آیا، میں بھی امام کی خدمت میں تھا۔

جب میں واپس آنا چاہا تو امام سے عرض کیا کہ میں واپس مدینہ جارہا ہوں اگر اپنے بیٹے محمد تقیؑ کو کوئی خط بھیجنا ہے تو میں لے جاتا ہوں۔

امام رضاؑ نے ایک خط لکھا۔

میں وہ خط لیکر مدینہ کی طرف حرکت کی، جس وقت مدینہ پہنچا میری اپنی بینائی کھو چکا تھا۔

امام جوادؑ کے غلام موفق نے امام کو میری طرف رہنمائی کی۔

امام نے اپنے غلام سے خط کھولنے کا حکم دیا، پھر میری خبر لیتے ہوئے سوال کیا اے محمد! تمہاری آنکھوں کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا یا بن رسول اللہ! میں اپنی بینائی کھو چکا ہوں۔

امام نے اپنے دست مبارک کو میری آنکھوں پر پھیرا۔ میری بینائی لوٹ آئی اور میں شفایاب ہو گیا۔" [۱۵۱]

نیز منقول ہے کہ جس وقت امام محمد تقیؑ بغداد سے مدینہ واپس آرہے تھے، بعض لوگوں نے آپ کو خداحافظی کی۔ مغرب کے وقت آپ نماز پڑھنے کے لیے کسی مسجد کے نزدیک میں میوہ سے خالی ایک بیری کے درخت کے پاس وضو کیا اور نماز پڑھ لی، امام کے ساتھ موجود لوگوں نے مشاہدہ کیا کہ بیری کے درخت پر میوے لگے ہوئے ہیں۔ لوگوں نے درخت سے کاٹ کر میٹھے اور بے دانہ میوے کھائے۔ لوگوں کو تعجب ہوا۔ شیخ مفید نے نقل کیا ہے چند سالوں کے بعد اس درخت کو دیکھا کہ اس سے میوہ تناول کیا تھا۔[۱۵۲]

صلوات مخصوص امام جوادؑ

اللّٰهُمّ صَلِّ عَلَى مُحَمّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ مُوسَى عَلَمِ التُقى، ونُورِ الْهُدَى، وَمَعْدِنِ الْوَفاءِ، وَفَرْعِ الْأَزْكِياءِ، وَخَلِيفَةِ الْأَوْصِياءِ، وَأَمِينِکَ عَلَى وَحْيِکَ . اللّٰهُمّ فَكَما هَدَيْتَ بِهِ مِنَ الضّلالَةِ، وَاسْتَنْقَذْتَ بِهِ مِنَ الْحَيْرَةِ، وَأَرْشَدْتَ بِهِ مَنِ اهْتَدى، وزَكّيْتَ بِهِ مَنْ تزَكّى، فَصَلِّ عَلَيْهِ أَفْضَلَ مَا صَلّيْتَ عَلَى أَحَدٍ مِنْ أَوْلِيائِکَ، وبَقِيّةِ أَوْصِيائِکَ، إِنّکَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ. (مجلسی، بحارالانوار، ج ٩٤، ص ٧٧)

خدایا! درود بھیج محمد بن علی بن موسی پر جو علامت تقوا، نور ہدایت، وفا کا سرچشمہ، پاک طینت، اوصیاء کا جانشین اور تیری وحی کے امین ہیں۔ خدایا! چنانکہ تو ان کے وسیلے سے لوگوں کو گمراہی سے نجات دے کر وادی ہدایت کی طرف راہنمائی کی اور تحیر و سرگردانی سے انہیں نجات دی۔ اسی کے ذریعے ہدایت یافتہ لوگوں کی ہدایت کی اور تربیت شدہ لوگوں کی تربیت کی، پس اس پر درود بھیج، وہ بہترین درود جسے تو نے اپنے اولیاء اور اوصیاء سے مخصوص کر رکھا ہے۔ بے شک تو غالب آنے والا اور با حکمت ہے

اصحاب

شیخ طوسی نے آپ کے تقریبا ۱۱۵ اصحاب کے نام ذکر کئے ہیں۔[۱۵۳] قرشی نے اپنی کتاب حیاۃ الامام محمد الجواد (ع) میں ۱۳۲،[۱۵۴] عبد الحسین شبستری نے کتاب "سُبُلُ الرّشاد إلی أصحاب الإمام الجَواد" میں ۱۹۳[۱۵۵]

افراد کو اصحاب کے عنوان سے ذکر کیا ہے۔ عطاردی نے مسند الامام الجواد میں آپ سے روایت نقل کرنے والے راویوں کی تعداد ۱۲۱ ذکر کی ہے۔[۱۵۶]

آپ کے بعض اصحاب، امام رضا (ع)[۱۵۷] و امام علی نقی (ع) کے ساتھ بھی مصاحبت رکھتے تھے اور انہوں نے ان دونوں اماموں سے بھی روایت نقل کی ہے۔[۱۵۸]

آپ سے روایت نقل کرنے والے راویوں میں دیگر فرقے منجملہ اہل سنت بھی موجود ہیں۔[۱۵۹] آپ سے نقل کرنے والے غیر امامی راویوں کی تعداد ۱۰ ذکر ہوئی ہے۔[۱۶۰]

عبد العظیم حسنی، احمد بن ابی نصر بزنطی، صفوان بن یحییٰ، حسن بن سعید اہوازی، احمد بن محمد برقی، زکریا بن آدم، احمد بن محمد بن عیسی اشعری، ابراہیم بن ہاشم اور ابو ہاشم جعفری آپ کے مشہور اصحاب میں سے ہیں۔[۱۶۱]

اہل سنت کے ہاں امام تقیؑ کا مقام و مرتبہ

اہل سنت علما امام محمد تقیؑ کا ایک عالم دین ہونے کے لحاظ سے احترام کرتے ہیں۔[۱۶۲] ان کے بعض علمانے جواد الائمہؑ کی علمی شخصیت کو ممتاز شمار کیا ہے۔: سبط بن جوزی، تذکرۃ الخواص، ۱۴۱۸ھ، ص۳۲۱

مامون امام جوادؑ کے زمان طفولیت میں علمی اور روحانی شخصیت کو دیکھ تحیر کا شکار ہوتا تھا۔[۱۶۳] علمائے اہل سنت امام کی دوسری خصوصیات جیسے زہد و تقوی، سخاوت وغیرہ میں بھی امام کو برتر و افضل سمجھتے ہیں۔[۱۶۴] بطور نمونہ؛ آٹھویں صدی ہجری کے اہل سنت محدث شمس الدین ذہبی [۱۶۵] اور ابن تیمیہ [۱۶۶] نے امامؑ کو جواد لقب ملنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ امام جوادؑ سخاوت و بخشش میں مشہور تھے۔ دوسری صدی ہجری کے معتزلی ادیب و متکلم جاحظ عثمان نے بھی محمد بن علیؑ کو عالم، زاہد، عبادت گزار، شجاع، سخی اور پاک طینت کے عنوان سے متعارف کرایا ہے۔[۱۶۷]

ساتویں صدی ہجری کے شافعی عالم دین محمد بن طلحہ شافعینے امام جوادؑ کے بارے میں یوں لکھا ہے: "وہ (امام تقیؑ) اگرچہ کم سن تھے لیکن بلند مرتبہ، اعلی مقام اور سب کے ہاں مشہور انسان تھے۔"۔[۱۶۸]

امام (ع) سے توسل

بعض شیعہ وسعت رزق اور مادی امور کی آسانی کے لئے بعض شیعہ علماء کی سفارشات کے مطابق امام محمد علیہ السلام سے توسل کرتے ہیں اور انہیں باب الحوائج مانتے ہیں۔ ان سفارشات کا ایک نمونہ علامہ مجلسی نے ابوالوفاء شیرازی سے نقل کیا ہے۔ جس میں انہوں نے یہ دعوی کیا ہے کہ پیغمبر اکرم (ص) نے خواب میں انہیں مادی امور میں امام محمد تقی (ع) سے توسل کی سفارش کی ہے۔[۱۶۹]

اس روایت کے مطابق جسے داوود صیرفی نے امام علی نقی علیہ السلام سے نقل کیا ہے، جواد الائمہ کے روضہ کی زیارت کا بہت اجر و ثواب ہے۔[۱۷۰] اسی طرح سے ابراہیم بن عقبہ نے ایک نامہ میں امام علی نقی (ع) سے امام حسین علیہ السلام امام جواد و امام موسی کاظم (ع) کی زیارت کے بارے میں سوال کیا۔ امام علی نقی نے امام حسین کی زیارت کو مقدم و برتر شمار کرتے ہوئے فرمایا: تینوں زیارتیں کامل تر ہیں اور ان کا بہت ثواب ہے۔[۱۷۱] امام محمد تقی و امام موسی کاظم کا روضہ بغداد میں مسلمانوں خاص طور پر شیعوں کی زیارت گاہ ہے۔ وہ حرم کاظمین میں آپ کے مرقد کی زیارت کرتے ہیں۔ آپ سے توسل کرتے ہیں اور آپ کا زیارت نامہ پڑھتے ہیں۔[۱۷۲]

زیارت نامه

(۱) السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا أَبَا جَعْفَرٍ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِیٍّ الْبَرَّ التَّقِیَّ الْإِمَامَ الْوَفِیَّ السَّلَامُ عَلَیْکَ أَیُّهَا الرَّضِیُّ الزَّکِیُّ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَلِیَّ اللهِ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَجِیَّ اللهِ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَفِیرَ اللهِ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سِرَّ اللهِ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا ضِیَاءَ اللهِ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَنَاءَ اللهِ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا کَلِمَةَ اللهِ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَحْمَةَ اللهِ السَّلَامُ عَلَیْکَ أَیُّهَا النُّورُ السَّاطِعُ السَّلَامُ عَلَیْکَ أَیُّهَا الْبَدْرُ الطَّالِعُ السَّلَامُ عَلَیْکَ أَیُّهَا الطَّیِّبُ ابْنُ الطَّیِّبِینَ السَّلَامُ عَلَیْکَ أَیُّهَا الطَّاهِرُ ابْنُ الطَّاهِرِینَ السَّلَامُ عَلَیْکَ أَیُّهَا الْآیَةُ الْعُظْمَی السَّلَامُ عَلَیْکَ أَیُّهَا الْحُجَّةُ الْکُبْرَی السَّلَامُ عَلَیْکَ أَیُّهَا الْمُطَهَّرُ مِنَ الزَّلَّاتِ السَّلَامُ عَلَیْکَ أَیُّهَا الْمُنَزَّهُ عَنِ الْمُعْضِلَاتِ السَّلَامُ عَلَیْکَ أَیُّهَا الْعَلِیُّ عَنْ نَقْصِ الْأَوْصَافِ السَّلَامُ عَلَیْکَ أَیُّهَا الرَّضِیُّ عِنْدَ الْأَشْرَافِ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا عَمُودَ الدِّینِ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا ابْنَ الْأَئِمَّةِ الْمَعْصُومِینَ أَشْهَدُ أَنَّکَ وَلِیُّ اللهِ وَ حُجَّتُهُ فِی أَرْضِهِ وَ أَنَّکَ جَنْبُ اللهِ وَ خِیَرَةُ اللهِ وَ مُسْتَوْدَعُ عِلْمِ اللهِ وَ عِلْمِ الْأَنْبِیَاءِ وَ رُکْنُ الْإِیمَانِ وَ تَرْجُمَانُ الْقُرْآنِ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مَنِ اتَّبَعَکَ عَلَی الْحَقِّ وَ الْهُدَی وَ أَنَّ مَنْ أَنْکَرَکَ وَ نَصَبَ لَکَ الْعَدَاوَةَ عَلَی الضَّلَالَةِ وَ الرَّدَی أَبْرَأُ إِلَی اللهِ وَ إِلَیْکَ مِنْهُمْ فِی الدُّنْیَا وَ الْآخِرَةِ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ مَا بَقِیتُ وَ بَقِیَ اللَّیْلُ وَ النَّهَارُ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَکَاتُهُ.

(۲)ثم قبّل الضریح و قل(۳) :اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَی مُحَمَّدٍ وَ أَهْلِ بَیْتِهِ وَ صَلِّ عَلَی مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ الزَّکِیِّ التَّقِیِّ وَ الْبَرِّ الْوَفِیِّ وَ الْمُهَذَّبِ النَّقِیِّ هَادِی الْأُمَّةِ وَ وَارِثِ الْأَئِمَّةِ وَ خَازِنِ الرَّحْمَةِ وَ یَنْبُوعِ الْحِکْمَةِ وَ قَائِدِ الْبَرَکَةِ وَ صَاحِبِ الاجْتِهَادِ وَ الطَّاعَةِ وَ وَاحِدِ الْأَوْصِیَاءِ فِی الْإِخْلَاصِ وَ الْعِبَادَةِ وَ حُجَّتِکَ الْعُلْیَا وَ مَثَلِکَ الْأَعْلَی وَ کَلِمَتِکَ الْحُسْنَی الدَّاعِی إِلَیْکَ وَ الدَّالِّ عَلَیْکَ الَّذِی نَصَبْتَهُ عَلَماً لِعِبَادِکَ وَ مُتَرْجِماً لِکِتَابِکَ وَ صَادِعاً بِأَمْرِکَ وَ نَاصِراً لِدِینِکَ وَ حُجَّةً عَلَی خَلْقِکَ وَ نُوراً تُخْرَقُ بِهِ الظُّلَمُ وَ قُدْوَةً تُدْرَکُ بِهِ الْهِدَایَةُ وَ شَفِیعاً تُنَالُ بِهِ الْجَنَّةُ اللَّهُمَّ وَ کَمَا أَخَذَ فِی خُشُوعِهِ لَکَ حَظَّهُ وَ اسْتَوْفَی مِنْ خَشْیَتِکَ نَصِیبَهُ فَصَلِّ عَلَیْهِ أَضْعَافَ مَا صَلَّیْتَ عَلَی وَلِیٍّ ارْتَضَیْتَ طَاعَتَهُ وَ قَبِلْتَ خِدْمَتَهُ وَ بَلِّغْهُ مِنَّا تَحِیَّةً وَ سَلَاماً وَ آتِنَا فِی مُوَالاتِهِ مِنْ لَدُنْکَ فَضْلًا وَ إِحْسَاناً وَ مَغْفِرَةً وَ رِضْوَاناً إِنَّکَ ذُو الْمَنِّ الْقَدِیمِ وَ الصَّفْحِ الْجَمِیلِ الْجَسِیمِ بِرَحْمَتِکَ یَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِینَ.(مجلسی، زاد المعاد، ۱۴۲۳ ھجری، ص۵۳۶-۵۳۷)

اردو ترجمہ:

(۱) آپ پر سلام ہو اے ابو جعفر محمد بن علی (ع) نیکوکار پرہیزگار امام وفا شعار، آپ پر سلام ہو کہ آپ پسندیدہ و پاکیزہ ہیں

آپ پر سلام ہو اے ولی خدا آپ پر سلام ہو اے خدا کے رازداں آپ پر سلام ہو اے نمائندہ خدا سلام ہو آپ پر اے راز الٰہی آپ پر سلام ہو اے خدا کی روشنی آپ پر سلام ہو اے خدا سے روشن شدہ آپ پر سلام ہو اے کلام خدا آپ پر سلام ہو اے رحمت خدا آپ پر سلام ہو کہ آپ چمکتا ہوا نور ہیں آپ پر سلام ہو کہ آپ چودھویں کا چاند ہیں آپ پر سلام ہو کہ آپ پاک ہیں پاکیزہ لوگوں میں سے ہیں آپ پر سلام ہو کہ آپ پاک شدہ اور پاک شدگان میں سے ہیں آپ پر سلام ہو کہ آپ بہت بڑی نشانی ہیں آپ پر سلام ہو کہ آپ بہت بڑی دلیل ہیں آپ پر سلام ہو کہ آپ خطا و لغزش سے پاک ہیں آپ پر سلام ہو کہ آپ منزہ ہیں اس سے کہ مشکل مسئلہ حل نہ کر پائیں سلام ہو آپ پر کہ آپ بلند ہیں اس سے کہ اوصاف میں کچھ کمی پائی جائے آپ پر سلام ہو کہ آپ صاحبان مرتبہ کے نزدیک پسندیدہ ہیں آپ پر سلام ہو اے دین کے ستون میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے ولی اور زمین میں اس کی حجت ہیں آپ خدا کے طرفدار اور اس کے چنے ہوئے ہیں آپ علم الٰہی اور علم انبیاء کے امانتدار ہیں اور آپ ایمان کا پایہ اور قرآن کے شارح ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ کا پیرو حق و ہدایت پر گامزن ہے اور آپکا انکار کرنے والا اور آپ سے عداوت رکھنے والا گمراہی اور ہلاکت میں پڑا ہے میں آپکے اور خدا کے سامنے ایسے لوگوں سے دنیا و آخرت میں بیزار ہوں آپ پر سلام ہو جب تک میں باقی رہوں اور شب و روز باقی ہیں۔

(۲) پھر ضریح کا بوسہ لیں اور کہیں:

(۳) اے معبود! حضرت محمد (ص) اور ان کے خاندان پر رحمت فرما اور محمد (ص) بن علی (ع) پر رحمت فرما کہ جو پاکیزہ پرہیزگار نیکوکار وفادار نیک اطوار برگزیدہ امت کے رہبر ائمہ (ع) کے جانشین رحمت کے خزینہ دار حکمت کے سرچشمہ بابرکت رہنما پیروی کے لحاظ سے قرآن کے ہم پلہ اخلاص و عبادت کے اعتبار سے اوصیاء میں صاحب مرتبہ تیری بلند تر حجت تیرا بنایا ہوا بہترین نمونہ تیرا خوشترین کلام تیری طرف بلانے والے اور تیری طرف رہنمائی کرنے والے ہیں جن کو تو نے اپنے بندوں کے لیے نشان قرار دیا اپنی کتاب کا ترجمان گردانا اپنے حکم کا بیان گر ٹھہرایا ہے اپنے دین کا مددگار مقرر کیا اپنی مخلوق پر حجت بنایا اور وہ نور قرار دیا جس سے تاریکیاں دور ہوتی ہیں وہ پیشوا بنایا جسکے ذریعے ہدایت ملتی ہے اور وہ شفاعت کنندہ جو جنت میں پہنچاتا ہے پس اے معبود جس طرح انہوں نے تیرے سامنے عاجزی میں اپنا حصہ حاصل کیا اور تجھ سے ڈرنے میں اپنا حصہ حاصل کیا ہے اسی طرح تو بھی ان پر رحمت فرما دگنی رحمت فرما کہ جیسی رحمت تو نے اپنے کسی ولی پر کی ہو کہ جسکی بندگی کو تو نے پسند کیا اور جسکی محنت کو قبول فرمایا اور انکو ہمارا درود و سلام پہنچا اور ہمیں انکی محبت عطا کر جس میں تیری طرف سے بزرگی بھلائی اور بخشش ہو ہم سے خوشنود ہو جا کہ بے شک تو قدیمی احسان کرنے والا بہترین درگزر کرنے والا ہے۔

حالات زندگی حضرت امام جواد علیہ السلام

مؤلف: شیعہ اسٹڈیز ڈاٹ کام

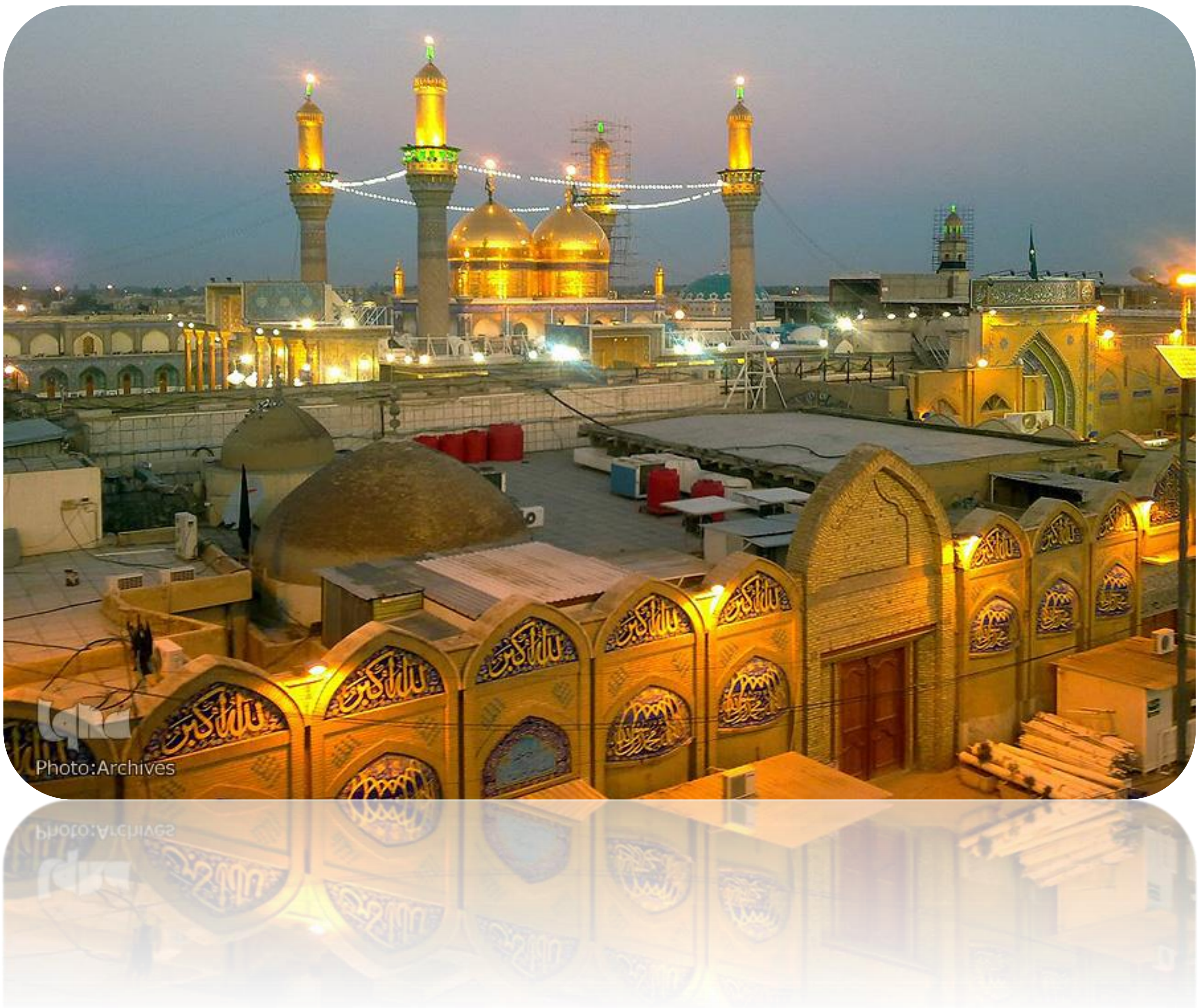

نام ونسب اسم گرامی : محمد (ع)

لقب : جواد، تقی

کنیت : ابو جعفر

والد کا نام : علی (ع)

والدہ کا نام : خیزران

تاریخ ولادت : ۱۰/رجب ۱۵۹ھ ء

جائے ولادت : مدینہ منورہ

مدت امامت : ۱۷/سال

عمر : ۲۵/سال

تاریخ شہادت : آخر ذیقعدہ ۲۲۰ھ ء

شہادت کی وجہ : آپ کی زوجہ نے زہر دیکر شہید کیا

روضہ اقدس : عراق (کاظمین)

اولاد کی تعداد : ۲/بیٹے اور ۲/بیٹیاں

بیٹوں کے نام : (۱) علی (۲) موسی مبرقع

بیٹیوں کے نام : (۱) فاطمہ (۲) امامہ

بیویاں : ۲

انگوٹھی کے نگینے کا نقش : "حسبی اللہ"

ولادت ۱۰

رجب ۱۹۵ھ کو مدینہ منورہ میں ولادت ہوئی. اس وقت بغداد کے دار لسلطنت میں ارون رشید کا بیٹا امین تخت حکومت پر تھا

نشو و نما اور تربیت

یہ ایک حسرت ناک واقعہ ہے کہ امام محمد تقی علیہ السّلام کو نھایت کمسنی ھی کے زمانے میں مصائب اور پریشانیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جانا پڑا. انہیں بہت کم ھی اطمینان اور سکون کے لمحات میں باپ کی محبت, شفقت اور تربیت کے سائے میں زندگی گزارنے کا موقع مل سکا. آپ کا صرف پانچواں برس تھا جب حضرت امام رضا علیہ السّلام مدینہ سے خراسان کی طرف سفر کرنے پر مجبور ہوئے تو پہر زندگی میں ملاقات کا موقع نہ ملا امام محمد تقی علیہ السّلام سے جدا ہونے کے تیسرے سال امام رضا علیہ السّلام کی وفات ہو گئی. دنیا سمجھتی ہو گی کہ امام محمد تقی علیہ السّلام کے لئے علمی و عملی بلندیوں تک پھنچنے کا کوئی ذریعہ نہیں رھا اس لئے اب امام جعفر صادق علیہ السّلام کی علمی مسند شاید خالی نظر آئے مگر خلق خدا کی حیرت کی انتھا نہ رہی جب اس کمسن بچے کو تھوڑے دن بعد مامون کے پھلو میں بیٹھ کر بڑے بڑے علماء سے فقہ حدیث، تفسیر اور کلام پر مناظرے کرتے اور سب کو قائل ہو جاتے دیکھا. اس کی حیرت اس وقت تک دور ہونا ممکن نہ تھی, جب تک وہ مادی اسباب کے آگے ایک مخصوص خداوندی مدرسہ تعلیم وتربیت کے قائل نہ ہوتے, جس کے بغیر یہ معمہ نہ حل ہوا اور نہ کبھی حل ہو سکتا ہے.

عراق کا پہلا سفر

جب امام رضا علیہ السّلام کو مامون نے ولی عھد بنایا اور اس کی سیاست اس کی مقتضی ہوئی کہ بنی عباس کو چھوڑ کر بنی فاطمہ سے روابط قائم کیئے جائیں اور اس طرح شیعیان اھل بیت علیہ السّلام کو اپنی جانب مائل کیا جائے تو اس نے ضرورت محسوس کی کہ خلوص واتحاد کے مظاہرے کے علاوہ اس قدیم رشتے کے جو ھاشمی خاندان میں سے ہونے کی وجہ سے ہے, کچھ جدید رشتوں کی بنیاد بھی قائم کر دی جائے چنانچہ اسی جلسہ میں جھاں ولی عھدی کی رسم ادا کی گئی، اس نے اپنی بھن ام حبیبہ کا عقد امام رضا علیہ السّلام کے ساتھ کیا اور اپنی بیٹی ام الفضل کی نسبت کا امام محمد تقی علیہ السّلام کے ساتھ اعلان کیا. غالباً اس کا خیال تھا کہ اس طرح امام رضا علیہ السّلام اپنے ھمنوا بنائے جا سکیں گے مگر جب اس نے محسوس کیا کہ یہ اپنے ان منصبی فرائض کو جو رسول کے ورثہ دار ہونے کی بنا پر ان کے ذمہ ہیں کسی قیمت پر چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتے اور اب عباسی سلطنت کا رکن ہونے کے ساتھ ان اصول پر قائم رھنا مدینہ کے محلّہ بنی ھاشم میں گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنے سے کہیں زیادہ خطرناک ہے تو اسے اپنے مفاد سلطنت کے تحفظ کی خاطر اس کی ضرورت ہوئی کہ وہ زہر دے کر حضرت علیہ السّلام کی زندگی کا خاتمہ کر دے مگر وہ مصلحت جو امام رضا علیہ السّلام کو ولی عھد بنانے کی تھی یعنی ایرانی قوم اور جماعت شیعہ کو اپنے قبضے میں رکھنا وہ اب بھی باقی تھی اس لئے ایک طرف تو امام رضا علیہ السّلام کے انتقال پر اس نے غیر معمولی رنج و غم کا اظھار کیا تا کہ وہ اپنے دامن کو حضرت کے خون ناحق سے الگ

ثابت کرسکے. اور دوسری طرف اس نے اپنے اعلان کی تکمیل ضروری سمجھی کہ جو وہ امام محمد تقی علیہ السّلام کے ساتھ اپنی لڑکی سے منسوب کرنے کا کرچکا تھا. اس نے اس مقصد سے امام محمد تقی علیہ السّلام کو مدینہ سے عراق کی طرف بلوایا. اس لئے کہ امام رضا علیہ السّلام کی وفات کے بعد وہ خراسان سے اب اپنے خاندان کے پرانے دارالسلطنت بغداد میں آچکا تھا اور اس نے یہ تہیّہ کرلیا کہ وہ ام الفضل کا عقد اس صاحبزادے کے ساتھ بہت جلد کردے.

علماء سے مناظرہ

بنی عباس کو مامون کی طرف سے امام رضا علیہ السّلام کا ولی عھد بنایا جانا ھی نا قابل بر داشت تھا امام رضا علیہ السّلام کی وفات سے ایک حد تک انہیں اطمینان حاصل ہوا تھا اور انھوں نے مامون سے اپنے حسبِ دلخواہ اس کے بھائی موتمن کی ولی عھدی کا اعلان بھی کرادیا جو بعد میں معتصم باللہ کے نام سے خلیفہ تسلیم کیا گیا. اس کے علاوہ امام رضا علیہ السّلام کی ولی عھدی کے زمانہ میں عباسیوں کا مخصوص شعار یعنی کالا لباس تبدیل ہو کر سبز لباس کا رواج ہو رھا تھا اسے منسوخ کرکے پھر سیاہ لباس کی پابندی عائد کردی گئی, تاکہ بنی عباس کے روایات قدیمہ محفوظ رہیں. یہ باتیں عباسیوں کو یقین دلارہی تھیں کہ وہ مامون پر پورا قابو پاچکے ہیں مگر اب مامون یہ ارادہ کہ وہ امام محمد تقی علیہ السّلام کو اپنا داماد بنائے، ان لوگوں کے لئے پھر تشویش کا باعث بنا. اس حد تک کہ وہ اپنے دلی رجحان کو دل میں نہ رکہ سکے اور ایک وفد کی شکل میں مامون کے پاس آکر اپنے جذبات کا اظھار کر دیا, انھوں نے صاف صاف کھا کہ امام رضا کے ساتھ جو آپ نے طریقہ کار استعمال کیا وھی ھم کو ناپسند تھا.

مگر خیر وہ کم از کم اپنی عمر اور اوصاف و کمالات کے لحاظ سے قابلِ عزت سمجھے بھی جاسکتے ہیں مگر ان کے بیٹے محمد تو ابھی بالکل کم سن ہیں ایک بچے کو بڑے بڑے علماء اور معززین پر ترجیح دینا اور اس قدر اس کی عزت کرنا ہر گز خلیفہ کے لئے زیبا نہیں ہے پھر ام حبیبہ کا نکاح جو امام رضا علیہ السّلام کے ساتھ کیا گیا تھا اس سے ھم کو کیا فائدہ پھنچا. جو اب ام الفضل کا نکاح محمد ابن علی علیہ السّلام کے ساتھ کیا جارھا ہے.

مامون نے ان تمام تقریر کا یہ جواب دیا کہ محمد کمسن ضرور ہیں مگر میں نے خوب اندازہ کرلیا ہے. اوصاف و کمالات میں وہ اپنے باپ کے پورے جانشین ہیں اور عالم اسلام کے بڑے بڑے علماء جن کا تم حوالہ دے رھے ہو علم میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے.

اگر تم چاہو تو امتحان لے کر دیکہ لو. پھر تمہیں بھی میرے فیصلے سے متفق ہونا پڑے گا. یہ صرف منصفانہ جواب ھی نہیں بلکہ ایک طرح کا چیلنج تھا جس پر مجبوراًان لوگوں کو مناظرے کی دعوت منظور کرنا پڑی حالانکہ خود مامون تمام سلاطین بنی عباس میں یہ خصوصیت رکھتا ہے کہ مورخین اس کے لئے یہ الفاظ لکھ دیتے ہیں: کان بعد من کبار الفقھاء یعنی اس کا شمار بڑے فقیہوں میں ہے. اس لئے اس کا فیصلہ خود کچہ کم وقعت نہ رکھتا تھا مگر ان لوگوں نے اس پر اکتفا نہیں کی بلکہ بغداد کے سب سے بڑے عالم یحیٰی بن اکثم کو امام محمد تقی علیہ السّلام سے بحث کے لئے منتخب کیا.

مامون نے ایک عظیم الشان جلسہ اس مناظرے کے لئے منعقد کیا اور عام اعلان کرادیا. ہر شخص اس عجیب اور بظاہر غیر متوازی مقابلے کے دیکھنے کا مشتاق ہوگیا جس میں ایک طرف ایک اٹھ برس کا بچہ تھا اور دوسری طرف ایک آزمودکار اور شہرۂ آفاق قاضی

القضاۃ. اسی کا نتیجہ تھا کہ ہر طرف سے خلائق کا ھجوم ہو گیا. مورخین کا بیان ہے کہ ارکانُ دولت اور معززین کے علاوہ اس جلسے میں نو سو کرسیاں فقط علماء وفضلاء کے لئے مخصوص تہیں اور اس میں کوئی تعجب نہیں اس لئے کہ یہ زمانہ عباسی سلطنت کے شباب اور بالخصوص علمی ترقی کے اعتبار سے زریں دور تھا اور بغداد دارالسلطنت تھا جھاں تمام اطراف سے مختلف علوم وفنون کے ماہرین پہونچ کر جمع ہو گئے تھے. اس اعتبار سے یہ تعداد کسی مبالغہ پر مبنی معلوم نہیں ہوتی۔

مامون نے حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام کے لئے اپنے پہلو میں مسند بچھوائی تھی اور حضرت کے سامنے یحیٰی ابن اکثم کے لئے بیٹھنے کی جگہ تھی۔ ہر طرف کامل سناٹا تھا۔ مجمع ھمہ تن چشم و گوش بنا ہوا گفتگو شروع ہونے کے وقت کا منتظر ھی تھا کہ اس خاموشی کو یحیٰی کے اس سوال نے توڑ دیا جو اس نے مامون کی طرف مخاطب ہو کر کھا تھا۔» حضور کیا مجھے اجازت ہے کہ میں ابو جعفر سے کوئی مسئلہ دریافت کروں؟

مامون نے کھا,» تم کو خود ان ھی سے اجازت طلب کرنا چاھئے۔«

یحییٰ امام کی طرف متوجہ ہوا اور کھا۔» کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں آپ سے کچہ دریافت کروں؟

فرمایا۔» تم جو پوچھنا چاہو پوچھ سکتے ہو۔«

یحییٰ نے پوچھا کہ » حالت احرام میں اگر کوئی شخص شکار کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

«اس سوال سے اندازہ ہوتا ہے کہ یحییٰ حضرت امام محمد تقی کی علمی بلندی سے بالکل واقف نہ تھا۔ وہ اپنے غرور علم اور جھالت سے یہ سمجھتا تھا کہ یہ کمسن صاحبزادے ھی تو ہیں۔ روز مرہ روزے نماز کے مسائل سے واقف ہوں تو ہوں مگر حج وغیرہ کے احکام اور حالت احرام میں جن چیزوں کی ممانعت ہے ان کے کفاروں سے بھلا کھاں واقف ہوں گے۔

امام علیہ السّلام نے اس کے جواب میں اس طرح سوال کے گوشوں کی الگ الگ تحلیل فرمائی, جس سے اصل مسئلے کا جواب دئے بغیر آپ کے علم کی گہرائیوں کا یحییٰ اور تمام اہل محفل کو اندازہ ہو گیا, یحییٰ خود بھی اپنے کو سبک پانے لگا اور تمام مجمع بھی اس کا سبک ہونا محسوس کرنے لگا۔آپ نے جواب میں فرمایا کہ تمھارا سوال بالکل مبھم اور مجمل ہے۔

یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ شکار حل میں تھا یا حرم میں، شکار کرنے والا مسئلے سے واقف تھا یا ناواقف، اس نے عمداً اس جانور کو مار ڈالا یا دھوکے سے قتل ہو گیا، وہ شخص آزاد تھا یا غلام، کمسن تھا یا بالغ، پھلی مرتبہ ایسا کیا تھا یا اس کے پھلے بھی ایسا کر چکا تھا، شکار پرند کا تھا یا کوئی اور، چھوٹا تھا یا بڑا، وہ اپنے فعل پر اصرار رکھتا ہے یا پشیمان ہے، رات کو یا پوشیدہ طریقہ پر اس نے شکار کیا یا دن دھاڑے اور علانیہ، احرام عمرہ کا تھا یا حج کا؟ جب تک یہ تمام تفصیلات نہ بتائی جائیں اس مسئلہ کا کوئی ایک معین حکم نہیں بتایا جا سکتا۔ یحیٰی کتنا ھی ناقص کیوں نہ ہوتا بہر حال فقھی مسائل پر بھی کچھ نہ کچھ اس کی نظر تھی۔ وہ ان کثیر التعداد شقوں کے پیدا کرنے ھی

سے خوب سمجھ گیا کہ ان کا مقابلہ میرے لئے آسان نہیں ہے۔اس کے چہرے پر ایسی شکستگی کے آثار پیدا ہوئے جن کا تمام دیکھنے والوں نے اندازہ کر لیا۔اب اس کی زبان خاموش تھی اور وہ کچھ جواب نہ دیتا تھا۔

مامون نے اس کی کیفیت کا صحیح اندازہ کر کے اس سے کچھ کھنا بیکار سمجھا اور حضرت علیہ السّلام سے عرض کیا کہ:

پھر آپ ہی ان تمام شقوں کے احکام بیان فرما دیجئے ,تاکہ سب کو استفادہ کا موقع مل سکے۔امام علیہ السّلام نے تفصیل کے ساتھ تمام صورتوں کے جداگانہ جو احکام تھے بیان فرمائے یحیٰی ھکا بکا امام علیہ السّلام کا منہ دیکھ رھا تھا اور بالکل خاموش تھا۔مامون کو بھی ضد تھی کہ وہ اتمام حجت کو انتھائی درجے تک پھنچادے اس لئے اس نے امام علیہ السّلام سے عرض کیا کہ اگر مناسب معلوم ہو تو آپ بھی یحیٰی سے کوئی سوال فرمائیں۔

حضرت علیہ السّلام نے اخلاقاً یحیٰی سے یہ دریافت کیا کہ »کیا میں بھی تم سے کچھ پوچھ سکتا ہوں؟«یحیٰی اب اپنے متعلق کسی دھوکے میں مبتلا نہ تھا, اپنا اور امام علیہ السّلام کا درجہ اسے خوب معلوم ہو چکا تھا۔اس لئے طرز گفتگو اس کا اب دوسرا ھی تھا۔اس نے کھا کہ حضور دریافت فرمائیں اگر مجھے معلوم ہو گا تو عرض کر دوں گا ورنہ خود حضور ھی سے معلوم کر لوں گا, حضرت نے سوال کیا۔جس کے جواب میں یحیٰی نے کھلے لفظوں میں اپنی عاجزی کا اقرار کیا اور پھر امام نے خود اس سوال کا حل پیش فرمادیا۔
مامون کو اپنی بات کے بالا رھنے کی خوشی تھی۔اس نے مجمع کی طرف مخاطب ہو کر کھا:
دیکھو میں نہ کھتا تھا کہ یہ وہ گھرانا ہے جو قدرت کی طرف سے علم کا مالک قرار دیا گیا ہے۔

یہاں کے بچوں کا بھی کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔مجمع میں جوش و خروش تھا۔

سب نے یک زبان ہو کر کھا کہ بے شک جو آپ کی رائے ہے وہ بالکل ٹھیک ہے اور یقیناً ابو جعفر محمد ابن علی کا کوئی مثل نہیں ہے۔
مامون نے اس کے بعد ذرا بھی تاخیر مناسب نہیں سمجھی اور اسی جلسے میں امام محمد تقی علیہ السلام کے ساتھ ام الفضل کا عقد کر دیا۔
نکاح سے قبل جو خطبہ ہمارے یہاں عموماً پڑھا جاتا ہے وھی ہے جو کہ امام محمد تقی نے اس عقد کے موقع پر اپنی زبان مبارک پر جاری کیا تھا۔

یہی بطور یادگار نکاح کے موقع پر باقی رکھا گیا ہے مامون نے اس شادی کی خوشی میں بڑی فیاضی سے کام لیا۔لاکھوں روپیہ خیر و خیرات میں تقسیم کیا گیا اور تمام رعایا کو انعامات و عطیات کے ساتھ مالا مال کیا گیا۔

مدینہ کی طرف واپسی

آپ شادی کے بعد تقریباً ایک سال تک بغداد میں مقیم رہے اس کے بعد مامون نے بہت اهتمام کے ساتھ ام الفضل کو حضرت کے ساتھ رخصت کر دیا اور امام مدینہ میں واپس تشریف لے آئے۔

اخلاق واوصاف امام محمد تقی علیہ السّلام

اخلاق واوصاف میں انسانیت کی اس بلندی پر تھے جس کی تکمیل رسول اور آل رسول کا طرہ امتیاز تھی کہ ہر ایک سے جھک کر ملنا، ضرورت مندوں کی حاجت روائی کرنا، مساوات اور سادگی کو ہر حالت میں پیش نظر رکھنا، غربا کی پوشیدہ طور پر خبر لینا اور دوستوں کے علاوہ دشمنوں تک سے اچھا سلوک کرتے رهنا. مهمانوں کی خاطر داری میں انهماک اور علمی اور مذهبی پیاسوں کے لئے فیصلہ کے چشموں کا جاری رکھنا آپ کی سیرت زندگی کا نمایاں پهلو تھا. بالکل ویسا هی جیسے اس سلسلہ عصمت کے دوسرے افراد کا تھا جس کے حالات اس سے پھلے لکھے جا چکے ہیں.

اهل دنیا کو جو کہ آپ کی بلندی نفس کا پورا اندازہ نہ رکھتے تھے، یہ تصور ضرور ہوتا تھا کہ ایک کمسن بچے کا عظیم الشان مسلمان سلطنت کے شھنشاہ کا داماد ہو جانا یقیناً اس کے چال ڈھال اور طور طریقے کو بدل دے گا اور اس کی زندگی دوسرے سانچے میں ڈھل جائے گی. حقیقت میں یہ ایک بہت بڑا مقصد ہو سکتا ہے جو مامون کی کوتاہ نگاہ کے سامنے بھی تھا. بنی امیہ یا بنی عباس کے بادشاہوں کا آل رسول کی ذات سے اتنا اختلاف نہ تھا کہ جتنا ان کے صفات سے۔ وہ همیشہ اس کے در پے رہتے تھے کہ بلندی اخلاق اور معراج انسانیت کا وہ مرکز جو مدینہ میں قائم ہے اور جو سلطنت کے مادی اقتدار کے مقابلے میں ایک مثالی روحانیت کا مرکز بنا ہوا ہے، کسی طرح ٹوٹ جائے اسی کے لئے گھبرا گھبرا کر وہ مختلف تدبیریں کرتے تھے. امام حسین علیہ السّلام سے بیعت طلب کرنا اسی کی ایک شکل تھی اور پھر امام رضا علیہ السّلام کو ولی عھد بنانا اسی کا دوسرا طریقہ, فقط ظاہری شکل وصورت میں ایک کا اندازہ معاندانہ اور دوسرے کا طریقہ ارادات مندی کے روپ میں تھا مگر اصل حقیقت دونوں صورتوں میں ایک تھی. جس طرح امام حسین علیہ السّلام نے بیعت نہ کی تو وہ شھید کر ڈالے گئے, اسی طرح امام رضا علیہ السّلام ولی عھد ہونے کے باوجود حکومت کے مادی مقاصد کے ساتھ ساتھ نہ چل سکے تو آپ کو زہر کے ذریعے سے همیشہ کے لئے خاموش کر دیا گیا.

اب مامون کے نقطہ نظر سے یہ موقع انتھائی قیمتی تھا کہ امام رضا علیہ السّلام کا جانشین تقریباً آٹھ برس کا بچہ ہے جو تین برس پھلے باپ سے چھڑا لیا جا چکا تھا. حکومت وقت کی سیاسی سوجھ بوجھ کھہ رہی تھی کہ اس بچے کو اپنے طریقے پر لانا نھایت آسان ہے اور اس کے بعد وہ مرکز جو حکومت وقت کے خلاف ساکن اور خاموش مگر انتھائی خطرناک قائم ہے همیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا.

مامون امام رضا علیہ السّلام کو ولی عھدی کی مھم میں اپنی ناکامی کو مایوسی کا سبب نہیں تصور کرتا تھا, اس لئے کہ امام رضا علیہ السّلام کی زندگی ایک اصول پر قائم رہ چکی تھی .

اس میں تبدیلی اگر نہیں ہوتی تو یہ ضروری نہیں کہ امام محمد تقی علیہ السّلام جو آٹھ برس کے سن میں قصر حکومت میں نشو نما پا کر بڑ ہیں وہ بھی بالکل اپنے بزرگوں کے اصول زندگی پر برقرار رھے .
سوائے ان لوگوں کے جوان مخصوص افراد کے خداداد کمالات کو جانتے تھے . اس وقت کا ہر شخص یقیناً مامون ھی کا ھم خیال ہوگا . مگر دنیا تو حیران ہو گئی جب یہ دیکھا کہ وہ آٹھ برس کا بچہ جسے شہنشاہ اسلام کا داماد بنایا گیا ہے اس عمر میں اپنے خاندانی رکہ رکھاؤ اور اصول کا اتنا پابند ہے کہ وہ شادی کے بعد شاھی محل میں قیام سے انکار کر دیتا ہے اور اس وقت بھی کہ جب بغداد میں قیام رھتا ہے تو ایک علیحدہ مکان کرایہ پر لے کر اس میں قیام فرماتا ہے .

اس سے بھی امام علیہ السّلام کی مستحکم قوتِ ارادی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے . عموماً مالی اعتبار سے لڑکی والے کچہ بھی بڑا درجہ رکھتے ہوتے ہیں تو وہ یہ پسند کرتے ہیں کہ جھاں وہ رہیں وہیں داماد بھی رھے . اس گہر میں نہ سھی تو کم از کم اسی شہر میں اس کا قیام رھے . مگر امام محمد تقی علیہ السّلام نے شادی کے ایک سال بعد ھی مامون کو حجاز واپس جانے کی اجازت دینے پر مجبور کر دیا . یقیناً یہ امر ایک چاھنے والے باپ اور مامون ایسے بااقتدار کے لئے انتھائی ناگوار تھا مگر اسے لڑکی کی جدائی گوارا کرنا پڑی اور امام علیہ السّلام مع ام الفضل کے مدینہ تشریف لے گئے .
مدینہ میں تشریف لانے کے بعد ڈیوڑھی کا وھی انداز رھا جو اس سے پھلے تھا . نہ پہریدار نہ کوئی خاص روک ٹوک, نہ تزک واحتشام نہ اوقات ملاقات، نہ ملاقاتیوں کے ساتھ برتاؤں میں کوئی تفریق . زیادہ تر نشست مسجد نبوی میں رھتی تھی جھاں مسلمان حضرات کی وعظ ونصیحت سے فائدہ اٹھاتے تھے . راویان حدیث دریافت کرتے تھے . طالب علم مسائل پوچھتے تھے . صاف ظاہر تھا کہ آپ امام جعفر صادق علیہ السّلام ھی کے جانشین ہیں جو اسی مسند علم پر بیٹھے ہوئے ھدایت کا کام انجام دے رھے ہیں . امور خانہ داری اور ازدواجی زندگی میں آپ کے بزرگوں نے اپنی بیویوں کو جن حدود میں رکھا تھا ان ھی حدود میں آپ نے ام الفضل کو رکھا. آپ نے اس کی مطلق پروانہیں کی کہ آپ کی بیوی ایک شھنشاہ وقت کی بیٹی ہیں . چنانچہ ام الفضل کے ہوتے آپ نے حضرت عمار یاسر کی نسل سے ایک محترم خاتون کے ساتھ عقد بھی کیا اور قدرت کو نسلِ امامت اسی خاتون سے باقی رکھنا منظور تھا. یھی امام علی نقی علیہ السّلام کی ماں ہوئیں . ام الفضل نے اس کی شکایت اپنے باپ کے پاس لکہ کر بھیجی . مامون کے د ل کے لئے بھی یہ کچہ کم تکلیف دہ امر نہ تھا. مگر اسے اب اپنے کیے کو نباھنا تھا . اس نے ام الفضل کو جواب لکھا کہ میں نے تمھارا عقد ابو جعفر علیہ السّلام کے ساتھ اس لئے نہیں کیا ہے کہ ان پر کسی حلالِ خدا کو حرام کردوں . مجھ سے اب اس قسم کی شکایت نہ

کرنا.

جواب دے کر حقیقت میں اس نے اپنی خفت مٹائی ہے. ہمارے سامنے اس کی نظیریں موجود ہیں کہ اگر مذھبی حیثیت سے کوئی بااحترام خاتون ہوئی ہے تو اس کی زندگی میں کسی دوسری بیوی سے نکاح نہیں کیا گیا جیسے پیغمبر کے لئے جناب خدیجۃ کبریٰ علیہ السّلام اور حضرت علی المرتضٰی علیہ السّلام کے لئے جناب فاطمہ زہرا علیہا السّلام مگر شھنشاہ دنیا کی بیٹی کو یہ امتیاز دینا صرف اس لئے کہ وہ بادشاہ کی بیٹی ہے، اسلام کی اس روح کے خلاف تھا جس کے آل محمد محافظ تھے اس لئے امام محمد تقی علیہ السّلام نے اس کے خلاف طرزِ عمل اختیار کرنا اپنا فریضہ سمجھا.

تبلیغ وہدایت

آپ کی تقریر بہت دلکش اور پر تاثیر ہوتی تھی. ایک مرتبہ زمانہ حج میں مکہ معظّمہ میں مسلمانوں کے مجمع میں کھڑے ہو کر آپ نے احکام شرع کی تبلیغ فرمائی تو بڑے بڑے علماء دم بخود رہ گئے اور انہیں اقرار کرنا پڑا کہ ھم نے ایسی جامع تقریر کبھی نہیں سنی۔. امام رضا علیہ السّلام کے زمانہ میں ایک گروہ پیدا ہو گیا تھا جو امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام پر توقف کرتا تھا

یعنی آپ کے بعد امام رضا علیہ السّلام کی امامت کا قائل نہیں تھا اور اسی لئے واقفیہ کھلاتا تھا. امام محمد تقی نے اپنے کردار سے اس گروہ میں ایسی کامیاب تبلیغ فرمائی کہ سب اپنے عقیدے سے تائب ہو گئے اور آپ کے زمانہ ھی میں کوئی ایک شخص ایسا باقی نہ رہ گیا جو اس مسلک کا حامی ہو بہت سے بزرگ مرتبہ علماء نے آپ سے علوم اہل بیت علیہ السّلام کی تعلیم حاصل کی.

آپ کے ایسے مختصر حکیمانہ اقوال کا بھی ایک ذخیرہ ہے جیسے آپ کے جدِ بزرگوار حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السّلام کے کثرت سے پائے جاتے ہیں.

جناب امیر علیہ السّلام کے بعد امام محمد تقی علیہ السّلام کے اقوال کو ایک خاص درجہ حاصل ہے. الٰھیات اور توحید کے متعلق آپ کے بعض بلند پایہ خطبے بھی موجود ہیں

عراق کاآخری سفر

۲۱۸ھ میں مامون نے دنیا کو خیر باد کھا۔ اب مامون کا بھائی اور ام الفضل کا چچا موتمن جو امام رضا کے بعد ولی عھد بنایا جاچکا تھا تخت سلطنت پر بیٹھااور معتصم باللہ عباسی کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کے بیٹھتے ھی امام محمد تقی علیہ السّلام سے متعلق ام الفضل کے اس طرح کے شکایتی خطوط کی رفتار بڑھ گئی۔ جس طرح کہ اس نے اپنے باپ مامون کو بھیجے تھے۔ مامون نے چونکہ تمام بنی عباس کی مخالفتوں کے بعد بھی اپنی لڑکی کا نکاح امام محمد تقی علیہ السّلام کے ساتھ کر دیا تھااس لئے اپنی بات اور کیے کی لاج رکھنے کی خاطر اس نے ان شکایتوں پر کوئی خاص توجہ نہیں کی بلکہ مایوس کر دینے والے جواب سے بیٹی کی زبان بند کر دی تھی مگر معتصم کو جو امام رضا علیہ السّلام کی ولی عھدی کا داغ اپنے سینہ پر اٹھائے ہوئے تھااور امام محمد تقی علیہ السّلام کو داماد بنائے جانے سے تمام بنی عباس کے نمائندے کی حیثیت سے پھلے ھی اختلاف کرنے والوں میں پیش پیش رہ چکا تھا، اب ام الفضل کے شکایتی خطوں کو اھمیت دے کر اپنے اس اختلاف کو جو اس نکاح سے تھا، حق بجانب ثابت کرنا تھا, پھر سب سے زیادہ امام محمد تقی علیہ السّلام کی علمی مرجعیت، آپ کے اخلاقی اثر کی شہرت جو حجاز سے بڑھ کر عراق تک پھونچی ہوی تھی وہ بنائے مخاصمت جو معتصم کے بزرگوں کو امام محمد تقی علیہ السّلام کے بزرگوں سے رہ چکی تھی اور پھر اس سیاست کی ناکامی اور منصوبے کی شکست کا محسوس ہو جانا جو اس عقد کا محرک ہوا تھا جس کی تشریح پھلے ہو چکی ہے یہ تمام باتیں تہیں کہ معتصم مخالفت کے لئے آمادہ ہو گیا۔ اپنی سلطنت کے دوسرے ھی سال امام محمد تقی علیہ السّلام کو مدینہ سے بغداد کی طرف بلوا بھیجا۔ حاکم مدینہ عبدالمالک کو اس بارے میں تاکیدی خط لکھا۔ مجبوراًامام محمد تقی علیہ السّلام اپنے فرزند امام علی نقی علیہ السّلام اور ان کی والدہ کو مدینہ میں چھوڑ کر بغداد کی طرف روانہ ہوئے۔

شہادت

بغداد میں تشریف لانے کے بعد تقریباًایک سال تک معتصم نے بظاہر آپ کے ساتھ کوئی سختی نہیں کی مگر آپ کا یہاں کا قیام خود ھی ایک جبری حیثیت رکھتا تھا جسے نظر بندی کے علاوہ اور کیا کھا جاسکتا ہے

اس کے بعد اسی خاموش حربے سے جو اکثر اس خاندان کے بزرگوں کے خلاف استعمال کیا جاچکا تھا، آپ کی زندگی کا خاتمہ کر دیا گیا اور ۲۹ ذی القعدہ ۲۲۰ھ میں زہر سے آپ کی شھادت ہوئی۔ اپنے جدِ بزرگوار حضرت امام موسیٰ کاظم کے پاس دفن ہوئے۔

آپ ہی کی شرکت کالحاظ کرکے عربی کے قاعدے سے اس شہر کا نام کاظمین (دو کاظم یعنی غصہ کو ضبط کرنے والے) مشہور ہوا ہے.
اس میں حضرت موسیٰ کاظم علیہ السّلام کے لقب کو صراحۃً سامنے رکھا گیا

جبکہ موجودہ زمانے میں اسٹیشن کا نام جوادّین (دو جواد یعنی فیاض) درج ہے جس میں صراحۃً حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام کے لقب کو ظاہر کیا جارہا ہے. چونکہ آپ کا لقب تقی بھی تھا اور جواد بھی.

رضوی سیّد

یہ ایک حقیقت ہے کہ جتنے سادات رضوی کہلاتے ہیں وہ دراصل تقوی ہیں یعنی حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام کی اولاد ہیں .

اگر حضرت امام رضا علیہ السّلام کی اولاد امام تقی علیہ السّلام کے علاوہ کسی اور فرزند کے ذریعے سے بھی ہوتی تو امتیاز کے لئے وہ اپنے کو رضوی کھتی اور امام محمد تقی علیہ السّلام کی اولاد اپنے کو تقوی کھتی

مگر چونکہ امام رضا علیہ السّلام کی نسل صرف امام محمد تقی علیہ السّلام سے چلی اور حضرت امام رضا علیہ السّلام کی شخصی شہرت سلطنتِ عباسیہ کے ولی عھد ہونے کی وجہ سے جمہور مسلمین میں بہت ہو چکی تھی اس لئے تمام اولاد کا حضرت امام رضا علیہ السّلام کی طرف منسوب کرکے تعارف کیا جانے لگا اور رضوی کے نام سے مشہور ہوئے۔

حوالہ جات

۱. طبری، دلائل الامامہ، ۱۴۱۳ھ، ص۳۹۶.

۲. کلینی، الکافی، ۱۴۰۷ھ، ج۱، ص۴۹۲؛ مسعودی، اثبات الوصیہ، ۱۴۲۶ھ، ص۲۱۶.

۳. ابن شہر آشوب، مناقب آل ابی طالب، نشر علامہ، ج۴، ص۳۷۹.

۴. کلینی، اصول کافی، ج۱، ص۳۱۵و۴۹۲۔ مجلسی، بحار الانوار، ج۵۰، ص۱۔

۵. اربلی، کشف الغمہ، ۱۴۲۱ھ، ج۲، ص۸۵۷.

۶. مفید، الارشاد، ۱۴۱۳ھ، ج۲، ص۲۸۱.

۷. ابن شہر آشوب، مناقب آل ابی طالب، نشر علامہ، ج۴، ص۳۷۹؛ مجلسی، بحار الانوار، ۱۴۰۳ھ، ج۵۰، ص۱۲، ۱۳.

۸. مفید، الارشاد، ۱۴۱۳ھ، ج۲، ص۲۹۵.

۹. طوسی، مصباح المتہجد، المکتبۃ الاسلامیۃ، ص۸۰۵.

۱۰. طبرسی، اعلام الوری، ۱۴۱۷ق، ج۲، ص۱۴۱.

۱۱. مفید، الارشاد، ۱۴۱۳ق، ج۲، ص۲۹۷.

۱۲. بحرانی، عوالم العلوم والمعارف، قم، ج۲۳، ص۵۵۳.

۱۳. مسعودی، اثبات الوصیۃ، ۱۴۲۶ق، ص۲۲۳.

۱۴. طبری، تاریخ الامم والملوک، ۱۳۸۷ق، ج۸، ص۶۴۶.

۱۵. مفید، الارشاد، ۱۴۱۳ق، ج۲، ص۲۹۵.

۱۶. اشعری، المقالات والفرق، ۱۳۶۱ش، ص۹۹؛ طبرسی، اعلام الوری، ۱۴۱۷ق، ج۲، ص۱۰۶.

۱۷. مفید، الارشاد، ۱۴۱۳ھ، ج۲، ص۲۷۳؛ طبرسی، اعلام الوری، ۱۴۱۷ھ، ج۲، ص۹۱.

۱۸. نگاہ کریں: طبرسی، اعلام الوری، ۱۴۱۷ھ، ج۲، ص۹۱؛ ابن شہر آشوب، مناقب آل ابی طالب، ۱۳۷۹ھ، ج۴، ص۳۷۹.

۱۹. مفید، الارشاد، ۱۴۱۳ھ، ج۲، ص۲۷۳؛ طبرسی، اعلام الوری، ۱۴۱۷ھ، ج۲، ص۹۱.

۲۰. برای نمونہ نگاہ کریں: اشعری، المقالات والفرھ، ۱۳۶۱ ہجری شمسی، ص۹۹.

۲۱. اربلی، کشف الغمہ، ۱۴۲۱ھ، ج ۲، ص ۸۶۷؛ مسعودی، اثبات الوصیہ، ۱۴۲۶ھ، ص ۲۱۶؛ ابن شہرآشوب، مناقب آل ابی طالب، ۱۳۷۹ھ، ج ۴، ص ۳۷۹.

۲۲. ابن فتال، روضۃ الواعظین، ۱۳۷۵ھ، ج ۱، ص ۲۴۳.

۲۳. طوسی، مصباح المتہجد، المکتبۃ الاسلامیۃ، ص ۸۰۵.

۲۴. نگاہ کریں: کلینی، الکافی، ۱۴۰۷ھ، ج ۱، ص ۳۲۰.

۲۵. مجلسی، بحار الانوار، ۱۴۰۳ھ، ج ۵۰، ص ۳۵، ۲۳، ۲۰.

۲۶. کلینی، الکافی، ۱۴۰۷ھ، ج ۱، ص ۳۲۳.

۲۷. جعفریان، حیات فکری و سیاسی امامان شیعہ، ۱۳۸۱ ہجری شمسی، ص ۴۷۶.

۲۸. جعفریان، حیات فکری و سیاسی امامان شیعہ، ۱۳۸۱ ہجری شمسی، ص ۴۷۶-۴۷۷.

۲۹. بیہقی، تاریخ بیہق، ۱۳۶۱ ہجری شمسی، ص ۴۶.

۳۰. طبری، تاریخ الامم والملوک، ۱۳۸۷ھ، ج ۸، ص ۵۶۶.

۳۱. مسعودی، اثبات الوصیۃ، ۱۴۲۶ھ، ص ۲۲۳.

۳۲. جعفریان، حیات فکری و سیاسی امامان شیعہ، ۱۳۸۱ش، ص ۴۷۸.

۳۳. جعفریان، حیات فکری و سیاسی امامان شیعہ، ۱۳۸۱ ہجری شمسی، ص ۴۷۸.

۳۴. ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج ۱۰، ص ۲۹۵۔

۳۵. برای نمونہ نگاہ کریں: مفید، الارشاد، ۱۴۱۳ھ، ج ۲، ص ۲۸۱.

۳۶. یعقوبی، تاریخ الیعقوبی، دار صادر، ج ۲، ص ۴۵۵.

۳۷. مفید، الارشاد، ۱۳۷۲ ہجری شمسی، ج ۲، ص ۲۸۱-۲۸۲.

۳۸. جعفریان، حیات فکری و سیاسی امامان شیعہ، ۱۳۸۱ ہجری شمسی، ص ۴۷۸.

۳۹. پیشوائی، سیرہ پیشوایان، ۱۳۷۹ ہجری شمسی، ص ۵۵۸.

۴۰. مفید، الارشاد، ۱۴۱۳ھ، ج ۲، ص ۲۸۱؛ ابن شہرآشوب، مناقب آل ابی طالب، ۱۳۷۹ھ، ج ۴، ص ۳۸۰-۳۸۱.

۴۱. مفید، الارشاد، ۱۴۱۳ھ، ج ۲، ص ۲۸۵.

۴۲. ابن شہرآشوب، مناقب آل ابی طالب، نشر علامہ، ج ۴، ص ۳۸۰.

۴۳. قمی، منتہی الامال، ج ۲، ص ۲۳۵۔

۴۴. حسّون، اِعلام النساء المؤمنات، ۱۴۲۱ھ، ص ۵۱۷.

۴۵. قمی، منتہی الامال، ۱۳۸۶ ہجری شمسی، ج ۲، ص ۴۹۷.

۴۶. مفید، الارشاد، ج ۲، ص ۲۸۴۔

۴۷. ابن شہر آشوب، مناقب آل ابی طالب، ج ۴، ص ۳۸۰۔

۴۸. محلاتی، ریاحین الشریعہ، ج ۴، ص ۳۱۶؛ شیخ عباس قمی، منتہی الامال، ج ۲، ص ۴۳۲.

۴۹. بحر العلوم گیلانی، انوار پراکندہ در ذکر احوال امامزادگان و بقاع متبرکہ ایران، ۱۳۶۷ ہجری شمسی، ج ۱، ص ۳۸۷.

۵۰. بحر العلوم گیلانی، انوار پراکندہ در ذکر احوال امامزادگان و بقاع متبرکہ ایران، ۱۳۶۷ ہجری شمسی، ج ۱، ص ۳۸۷.

۵۱. ملاحظہ کیجیے: ابن شہر آشوب، مناقب آل ابی طالب، نشر علامہ، ج ۴، ص ۳۸۰.

۵۲. مفید، الارشاد، ۱۴۱۳ھ، ج ۲، ص ۲۹۵.

۵۳. ابن ابی الثلج، تاریخ الائمۃ، ۱۴۰۶ھ، ص ۱۳.

۵۴. اشعری، المقالات والفرق، ۱۳۶۱ ہجری شمسی، ص ۹۹؛ طبرسی، اعلام الوری، ۱۴۱۷ھ، ج ۲، ص ۱۰۶.

۵۵. ابن ابی الثلج، تاریخ الائمۃ، ۱۴۰۶ھ، ص ۱۳.

۵۶. ابن فتال، روضۃ الواعظین، ۱۳۷۵ھ، ج ۱، ص ۲۴۳.

۵۷. مفید، الارشاد، ۱۴۱۳ھ، ج ۲، ص ۲۹۵.

۵۸. مفید، الارشاد، ۱۴۱۳ھ، ج ۲، ص ۲۷۳، ۲۹۵.

۵۹. نگاہ کریں: عیاشی، تفسیر، ۱۳۸۰ھ، ج ۱، ص ۳۲۰.

۶۰. عیاشی، تفسیر، ج ۱، ص ۳۲۰۔

۶۱. عاملی، زندگانی سیاسی امام جواد، ص ۱۵۳۔

۶۲. المسعودی، اثبات الوصیۃ للامام علی بن ابی طالب علیہ السلام، ص ۱۹۲۔

۶۳. ابن شہر آشوب، مناقب آل ابی طالب، نشر علامہ، ج ۴، ص ۳۹۱.

۶۴. ابن شہر آشوب، مناقب آل ابی طالب، نشر علامہ، ج ۴، ص ۳۸۴؛ مجلسی، بحار الانوار، ۱۴۰۳ھ، ج ۵۰، ص ۸.

۶۵. شیخ مفید، الارشاد، ۱۴۱۳ھ، ج ۲، ص ۲۹۵.

۶۶. شیخ مفید، تصحیح اعتقادات الامامیہ، ۱۴۱۴ھ، ص ۱۳۲.

٦٧. صدوق، من لایحضرہ الفقیہ، ۱۴۱۳ھ، ج ۲، ص ۵۸۵.

٦٨. صدر، تاریخ الغیبہ، ۱۴۱۲ھ، ج ۱، ص ۲۲۹-۲۳۷۔

٦٩. جعفریان، حیات فکری و سیاسی امامان شیعہ، ۱۳۸۱ ہجری شمسی، ص ۴۸۱-۴۸۲.

٧٠. نگاہ کریں: عاملی، الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم، ۱۴۲٦ھ، ج ۳۳، ص ۱۸۱-۱۹۳۔

٧١. طبری، دلائل الامامہ، ۱۴۱۳ھ، ص ۳۹۴.

٧٢. پیشوایی، سیرہ پیشوایان، ۱۳۷۹ ہجری شمسی، ص ۵۳۰.

٧٣. مفید، الارشاد، ۱۴۱۳ھ، ج ۲، ص ۲۷۳.

٧٤. مفید، الارشاد، ۱۴۱۳ھ، ج ۲، ص ۲۹۵.

٧٥. کلینی، الکافی، ج ۱، ۱۴۰۷ھ، ص ۳۲۰-۳۲۳.

٧٦. مفید، الارشاد، ۱۴۱۳ھ، ج ۲، ص ۲۷۴-۲۸۰.

٧٧. طبرسی، اعلام الوری، ۱۴۱۷ھ، ج ۲، ص ۹۲-۹٦.

٧٨. مجلسی، بحارالانوار، ۱۴۰۳ھ، ج ۵۰، ص ۱۸-۳۷.

٧٩. شیخ مفید، الارشاد، ج ۲، ص ۲٦۵۔

٨٠. مفید، الارشاد، ۱۴۱۳ھ، ج ۲، ص ۲٦٦.

٨١. نگاہ کریں: جعفریان، حیات فکری و سیاسی امامان شیعہ، ۱۳۸۱ ہجری شمسی، ص ۴٦۷.

٨٢. نوبختی، فرق الشیعہ، ۱۴۰۴ھ، ص ۸۸.

٨٣. ابن شہر آشوب، مناقب آل ابی طالب، نشر علامہ، ج ۴، ص ۳۸۳.

٨٤. نوبختی، فرق الشیعہ، ۱۴۰۴ھ، ص ۷۷-۷۸.

٨٥. جاسم، تاریخ سیاسی غیبت امام دوازدہم، ۱۳۸٦ ہجری شمسی، ص ۷۸.

٨٦. نوبختی، فرق الشیعہ، ۱۴۰۴ھ، ص ۸۸.

٨٧. کلینی، الکافی، ۱۴۰۷ھ، ج ۱، ص ۳۲۲.

٨٨. سورہ مریم، آیہ ۱۲.

٨٩. سورہ مریم، آیات ۳۰-۳۲.

٩٠. نوبختی، فرق الشیعہ، ۱۴۰۴ھ، ص ۹۰؛ کلینی، الکافی، ۱۴۰۷ھ، ج ۱، ص ۳۸۲.

۹۱. نگاه کریں: کلینی، الکافی، ۱۴۰۷ھ، ج۱، ص ۳۸۳.

۹۲. برای نمونہ نگاہ کریں: کلینی، الکافی، ج۱، ۱۴۰۷ھ، ص۳۲۰-۳۲۳.

۹۳. پیشوایی، سیرہ پیشوایان، ۱۳۷۹ہجری شمسی، ص۵۳۹.

۹۴. برای نمونہ نگاہ کریں: کشّی، رجال، ص ۲۸۲-۲۸۳.

۹۵. جعفریان، حیات فکری و سیاسی امامان شیعہ، ۱۳۸۱ہجری شمسی، ص۴۷۶.

۹۶. جعفریان، حیات فکری و سیاسی امامان شیعہ، ۱۳۸۱ہجری شمسی، ص۴۷۶.

۹۷. جاسم، تاریخ سیاسی غیبت امام دوازدہم، ۱۳۸۶ہجری شمسی، ص۷۸.

۹۸. ابن شہر آشوب، مناقب آل ابی طالب، نشر علامہ، ج۴، ص ۳۸۳.

۹۹. طبری، دلائل الامامۃ، ۱۴۱۳ھ، ص۳۸۹-۳۹۰؛ مجلسی، بحارالانوار، ۱۴۰۳ھ، ج۵۰، ص۹۹-۱۰۰.

۱۰۰. جاسم، حسین، تاریخ سیاسی غیبت امام دوازدہم، ص۷۹۔

۱۰۱. جباری، سازمان وکالت، ۱۳۸۲ہجری شمسی، ج۲، ص۴۲۷.

۱۰۲. جباری، سازمان وکالت، ۱۳۸۲ہجری شمسی، ج۲، ص ۲۸۲.

۱۰۳. جباری، سازمان وکالت، ۱۳۸۲ہجری شمسی، ج۱، ص ۱۲۳.

۱۰۴. کلینی، الکافی، ۱۴۰۷ھ، ج۵، ص۳۱۶.

۱۰۵. نگاہ کریں: طوسی، الغیبہ، ۱۴۲۵ھ، ص۳۵۱.

۱۰۶. طوسی، الغیبہ، ۱۴۲۵ھ، ص۳۴۸.

۱۰۷. طوسی، الغیبہ، ۱۴۲۵ھ، ص۳۴۹.

۱۰۸. نجاشی، رجال النجاشی، ۱۳۶۵ہجری شمسی، ص۱۹۷.

۱۰۹. نجاشی، رجال النجاشی، ۱۳۶۵ہجری شمسی، ص ۲۵۳؛ نگاہ کریں: طوسی، الغیبہ، ۱۴۲۵ھ، ص۳۴۹.

۱۱۰. راوندی، الخرائج والجرائح، ۱۴۰۹ھ، ج۲، ص۷۱۷.

۱۱۱. جباری، سازمان وکالت، ۱۳۸۲ہجری شمسی، ج۲، ص ۵۳۲.

۱۱۲. کشی، رجال الکشی، ص۱۴۰۹، ص۶۰۶.

۱۱۳. »بیانات در سالروز شہادت امام جواد علیہ السلام در مہدیہ تہران«

۱۱۴. دشتی، نقش سیاسی سازمان وکالت در عصر حضور ائمہ، ص ۱۰۳.

۱۱۵. جعفریان، حیات فکری و سیاسی امامان شیعه، ۱۳۸۱ ہجری شمسی، ص ۴۹۴.

۱۱۶. رجوع کریں: کلینی، ج ۳، ص ۳۹۹، ج ۴، ص ۵۷۲، ۵۲۴، ج ۵، ص ۳۴۷۔ کشّی، الرجال، ص ۶۱۰-۶۱۱۔

۱۱۷. ج ۲، ص ۴۱۶-۵۰۸۔

۱۱۸. نمونے کے طور پر رجوع کریں: کلینی، الکافی، ج ۳، ص ۳۳۱، ۳۹۸، ج ۵، ص ۳۹۴، ج ۷، ص ۱۶۳۔ کشّی، رجال، ص ۶۰۶، ۶۱۱۔

۱۱۹. سورہ انعام، آیہ ۱۰۳.

۱۲۰. کلینی، الکافی، ۱۴۰۷ھ، ج ۱، ص ۹۹.

۱۲۱. مجلسی، بحار الانوار، ۱۴۰۳ھ، ج ۸۴ ص ۲۶۷؛ عطاردی، مسند الامام الجواد، ۱۴۱۰ھ، ص ۱۵۰.

۱۲۲. کشی، رجال الکشی، ۱۴۰۹ھ، ص ۴۶۰.

۱۲۳. سورہ غاشیہ، آیات ۲ و ۳.

۱۲۴. کشی، رجال الکشی، ۱۴۰۹ھ، ص ۲۲۹، ۴۶۰.

۱۲۵. صدوق، من لایحضر، ۱۴۱۳ھ، ج ۱، ص ۳۷۹؛ طوسی، تہذیب، ۱۴۰۷ھ، ج ۳، ص ۲۸.

۱۲۶. کشی، رجال الکشی، ۱۴۰۹ھ، ص ۵۲۹-۵۲۸.

۱۲۷. کشی، رجال الکشی، ۱۴۰۹ھ، ص ۵۲۹-۵۲۸.

۱۲۸. کشی، رجال الکشی، ۱۴۰۹ھ، ص ۵۲۹-۵۲۸.

۱۲۹. نگاہ کریں: حاجی زادہ، «غالیان در دورہ امام جواد (ع) و نوع برخورد حضرت با آنان»، ص ۲۲۶.

۱۳۰. کلینی، الکافی، ۱۴۰۷ھ، ج ۱، ص ۱۴۴.

۱۳۱. عطاردی، مسند الامام الجواد، ۱۴۱۰ھ، ص ۲۴۹.

۱۳۲. سید ابن طاووس، منہج الدعوات، ۱۴۱۱ھ، ص ۳۹-۴۲.

۱۳۳. سید ابن طاووس، منہج الدعوات، ۱۴۱۱ھ، ص ۴۲.

۱۳۴. نگاہ کریں: دہخدا، لغت نامہ، ذیل «حرز جواد«

۱۳۵. طبرسی، الاحتجاج، ۱۴۰۳ھ، ص ۴۴۳.

۱۳۶. طبرسی، الاحتجاج، ۱۴۰۳ھ، ص ۴۴۱-۴۴۹؛ میانجی، مکاتیب الائمہ (ع)، ج ۵ ص ۴۲۷، ۳۸۱ و...

۱۳۷. تفصیل کے لئے رجوع کریں: | یحییٰ بن اکثم سے امام جواد (علیہ السلام) کا مناظرہ۔

۱۳۸. طبرسی، احتجاج، ص ۴۴۳ و ۴۴۴۔ مسعودی، اثبات الوصیۃ للامام علی بن ابی طالب علیہ السلام، صص ۱۸۹-۱۹۱۔

۱۳۹. مجلسی، بحارالانوار، ۱۴۰۳ھ، ج ۵۰، ص ۷۸.

۱۴۰. مجلسی، بحارالانوار، ۱۴۰۳ھ، ج ۵۰، ص ۷۵.

۱۴۱. طبرسی، احتجاج، ج ۲، ص ۴۷۸۔

۱۴۲. سیوطی، الدر المنثور ج ۴ ص ۱۰۷۔ کنزالعمال ج ۱۱ ص ۵۶۹ ح ۳۲۶۹۵۔ ابو نعیم اصفہانی، حلیۃالَاولیاء، ج ۴ ص ۳۰۴ اصبہانی یا اصفہانی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غیر مانوس اور غریب ہے اور اس کا واحد راوی رباح ہے جس نے اسے ابن عجلان سے نقل کیا ہے۔

۱۴۳. طبرسی، احتجاج، ج ۲، ص ۴۷۸۔ مناظرے کی تفصیل کے لئے رجوع کریں: | امام محمد تقی (علیہ السلام) اور جعلی احادیث کا مقابلہ۔

۱۴۴. سورہ جن، آیت ۱۸۔

۱۴۵. عیاشی، کتاب التفسیر، ج ۱، صص ۳۱۹ و ۳۲۰۔ مجلسی، بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۵ و ۶۔

۱۴۶. قرشی، حیاۃ الامام محمد الجواد، ۱۴۱۸ھ، ص ۷۰-۷۱.

۱۴۷. کلینی، الکافی، ۱۴۰۷ھ، ج ۴، ص ۴۳۔

۱۴۸. قرشی، حیاۃ الامام محمد الجواد، ۱۴۱۸ھ، ص ۶۷-۶۸.

۱۴۹. سید ابن طاووس، ۱۴۱۵ھ، الدروع الواقیہ، ص ۴۴.

۱۵۰. باغستانی، «الجواد، امام»، ص ۲۴۵ و ۲۴۶.

۱۵۱. قمی، منتہی الآمال، ۱۳۸۶ ہجری شمسی، ج ۲، ص ۴۶۹-۴۷۰.

۱۵۲. ابن شہر آشوب، مناقب آل ابی طالب، نشر علامہ، ج ۴، ص ۳۹۰؛ مفید، الارشاد، ۱۴۱۳ھ، ج ۲، ص ۲۷۸.

۱۵۳. طوسی، رجال الطوسی، ۱۳۷۳ ہجری شمسی، ص ۳۷۳-۳۸۳.

۱۵۴. قرشی، حیاۃ الامام محمد الجواد، ۱۴۱۸ھ، ص ۱۲۸-۱۷۸.

۱۵۵. شبستری، سبل الرشاد، ۱۴۲۱ھ، ص ۱۹-۲۸۹.

۱۵۶. عطاردی، مسند الامام الجواد، ۱۴۱۰ھ، ص ۲۴۹.

۱۵۷. برقی، ص ۵۷.

۱۵۸. جعفریان، حیات فکری و سیاسی امامان شیعہ، ۱۳۸۱ ہجری شمسی، ص۴۹۱.

۱۵۹. عطاردی، مسند الامام الجواد، ۱۴۱۰ھ، ص ۳۱۴، ۳۱۵، ۲۶۲، ۲۸۳، ۳۱۹، ۲۷۱.

۱۶۰. واردی، گونہ شناسی راویان امام جواد، ص۳۰-۳۱.

۱۶۱. ملاحظہ کریں: طوسی، رجال الطوسی، ۱۴۱۵ھ، ص۳۷۳-۳۸۳.

۱۶۲. نگاه کنید بہ طبسی، «امام جواد (ع) بہ روایت اہل سنت»، فصلنامہ فرہنگ کوثر.

۱۶۳. ہیثمی، الصواعق المحرقۃ، ۱۴۲۴ھ، ص۲۸۸.

۱۶۴. سبط ابن جوزی، تذکرۃ الخواص، ۱۴۱۸ھ، ص۳۲۱.

۱۶۵. ذہبی، تاریخ الاسلام، ۱۴۰۷ھ، ج۱۵، ص۳۸۵.

۱۶۶. ابن تیمیہ، منہاج السنہ، ۱۴۰۶ھ، ج۴، ص۶۸-۶۹.

۱۶۷. عاملی، الحیاۃ السیاسیۃ للامام الجواد، ۱۴۲۵ھ، ص۱۳۷.

۱۶۸. نصیبی شافعی، مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول، مؤسسہ البلاغ، ص۳۰۳.

۱۶۹. راوندی، دعوات الراوندی، ۱۴۰۷ھ، ص۱۹۱، ح۵۳۰؛ مجلسی، بحار الانوار، ۱۴۰۳ھ، ج۹۱، ص۳۵.

۱۷۰. مفید، المزار، ۱۴۱۳ھ، ص۲۰۷.

۱۷۱. کلینی، الکافی، ۱۴۰۷ھ، ج۴، ص۵۸۳-۵۸۴.

۱۷۲. »برپایی دستہ عزای خادمان حرم حضرت معصومہ (س) در سالروز شہادت امام جواد (ع)»، ایسنا.

مآخذ

- ابن شعبہ حرانی، حسن بن علی، تحف العقول، تصحیح علی اکبر غفاری، قم، جامعہ مدرسین، ۱۴۰۴ھ۔
- ابن ابی الثلج، تاریخ الائمۃ، در مجموعہ نفیسہ فی تاریخ الائمہ، چاپ محمود مرعشی، قم، کتابخانہ آیت اللہ مرعشی نجفی، ۱۴۰۶ھ۔
- ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض کلام الشیعۃ القدریۃ، تحقیق محمد رشاد سالم، ریاض، جامعۃ الإمام محمد بن سعود الإسلامیۃ، چاپ اول، ۱۴۰۶ق-۱۹۸۶م.
- ابن شہر آشوب، محمد بن علی، مناقب آل ابی طالب، تحقیق ہاشم رسولی، قم، نشر علامہ، بی تا.
- ابن کثیر دمشقی، اسماعیل بن عمر، البدایۃ والنہایۃ، تحقیق علی شیری، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۸ھ۔
- احمدی میانجی، علی، مکاتیب الائمہ (ع)، تحقیق مجتبی فرجی، قم، دار الحدیث، ۱۴۲۶ھ۔
- اربلی، علی بن عیسی، کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ، قم، رضی، ۱۴۲۱ھ۔
- اشعری، سعد بن عبد اللہ، المقالات والفرق، تہران، مرکز انتشارات علمی و فرہنگی، ۱۳۶۱ ہجری شمسی۔
- انجمن تاریخ پژوہان حوزہ، مجموعہ مقالات ہمایش سیرہ و زمانہ امام جواد علیہ السلام، بہ کوشش: حمید رضا مطہری، قم، مرکز مدیریت حوزہ ہای علمیہ، ۱۳۹۵ ہجری شمسی۔
- باغستانی، اسماعیل، «الجواد، امام»، در دانشنامہ جہان اسلام، ج۱۱، تہران، بنیاد دایرۃ المعارف اسلامی، چاپ اول، ۱۳۸۶ ہجری شمسی۔
- بحر العلوم گیلانی، محمد مہدی، انوار پراکندہ در ذکر احوال امامزادگان و بقاع متبرکہ ایران، قم، انتشارات مسجد مقدس جمکران، چاپ اول، ۱۳۷۶ ہجری شمسی۔
- بحرانی، عبد اللہ، عوالم العلوم والمعارف، مستدرک- حضرت زہرا تا امام جواد (ع)، مؤسسۃ الإمام المہدی عجّل اللہ تعالی فرجہ الشریف، قم.
- »برپایی دستہ عزای خادمان حرم حضرت معصومہ (س) در سالروز شہادت امام جواد (ع)»، ایسنا، تاریخ نشر: ۶ تیر ۱۴۰۱ ہجری شمسی، تاریخ بازدید: ۹ تیر ۱۴۰۱ ہجری شمسی۔
- »بیانات در سالروز شہادت امام جواد علیہ السلام در مہدیہ تہران»، دفتر حفظ و نشر آثار حضرت آیت اللہ العظمی خامنہ ای، بازدید ۲۲ آبان ۱۴۰۲ ہجری شمسی۔

- بیہقی، علی بن زید، تاریخ بیہق، تحقیق احمد بہمنیار، تہران، انتشارات فروغی، ۱۳۶۱ہجری شمسی۔
- پیشوائی، مہدی، سیرہ پیشوایان، قم، مؤسسہ امام صادق، ۱۳۷۹ہجری شمسی۔
- جاسم، حسین، تاریخ سیاسی غیبت امام دوازدہم، ترجمہ محمد تقی آیت اللہی، تہران، مؤسسہ انتشارات امیر کبیر، ۱۳۸۶ہجری شمسی۔
- جباری، محمد رضا، سازمان وکالت و نقش آن در عصر ائمہ علیہم السلام، قم، مؤسسہ آموزشی پژوہشی امام خمینی، ۱۳۸۲ش
- جعفریان، رسول، حیات فکری سیاسی امامان شیعہ (ع)، قم، انصاریان، چاپ پنجم، ۱۳۸۱ہجری شمسی۔
- حاجی زادہ، یداللہ، «غالیان در دورہ امام جواد (ع) و نوع برخورد حضرت با آنان»، در مجلّہ تاریخ اسلام، شمارہ ۶۵، بہار ۱۳۹۵ہجری شمسی۔
- حسّون، محمد، اِعلام النساء المؤمنات، تہران، دار الاسوہ، ۱۴۲۱ھ۔
- خزعلی، ابوالقاسم، موسوعۃ الامام الجواد علیہ السلام، قم، مؤسسہ ولی العصر علیہ السلام للدراسات الاسلامیہ، ۱۴۱۹ھ۔
- دشتی، محمد، «نقش سیاسی سازمان وکالت در عصر حضور ائمہ علیہم السلام»، فصلنامہ فرہنگ جہاد، قم، وزارت جہاد کشاورزی، تابستان ۱۳۸۴.
- ذہبی، شمس الدین، تاریخ الاسلام و وفیات المشاہیر والأعلام، تحقیق عمر عبدالسلام تدمری، بیروت، دار الکتاب العربی، چاپ اول، ۱۴۰۷ھ۔
- سبط بن جوزی، یوسف بن قزاوغلی، تذکرۃ الخواص، قم، الشریف الرضی، ۱۴۱۸ھ۔
- سید ابن طاووس، علی بن موسی، الدروع الواقیہ، بیروت، مؤسسۃ آل البیت، ۱۴۱۵ق/۱۹۹۵م.
- سید ابن طاووس، علی بن موسی، مہج الدعوات و منہج العبادات، تصحیح ابوطالب کرمانی و محمد حسن محرر، قم، دار الذخائر، ۱۴۱۱ھ۔
- شبستری، عبدالحسین، سبل الرشاد الی اصحاب الامام الجواد علیہ السلام، قم، کتابخانہ تخصصی تاریخ اسلام و ایران، ۱۴۲۱ھ۔
- شفیعی، علی، آثار و برکات دعا، تصحیح و تعلیق محمد حسین شفیعی شاہرودی، قم، مؤسسہ میراث نبوت، چاپ اول، ۱۴۰۰ہجری شمسی۔
- صدر، سید محمد، تاریخ الغیبہ، بیروت، دار التعارف، ۱۴۱۲ھ۔
- صدوق، محمد بن علی، التوحید، تصحیح: ہاشم حسینی، قم، جامعہ مدرسین، ۱۳۹۸ھ۔
- صدوق، محمد بن علی، عیون اخبار الرضا، ترجمہ: علی اکبر غفاری، تہران، نشر صدوق، ۱۳۷۳ہجری شمسی۔

- صدوق، محمد بن علی، من لایحضره الفقیه، تصحیح: علی اکبر غفاری، قم، دفتر انتشارات اسلامی وابستہ بہ جامع مدرسین حوزہ علمیہ قم، چاپ دوم، ۱۴۱۳ھ۔
- طبرسی، احمد بن علی، الاحتجاج، مشہد، نشر المرتضی، ۱۴۰۳ھ۔
- طبرسی، فضل بن حسن، اعلام الوری باعلام الہدی، قم، مؤسسۃ آل البیت لاحیاء التراث، ۱۴۱۷ھ۔
- طبری، محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، تحقیق: محمد ابوالفضل ابراہیم، بیروت، دارالتراث، ۱۳۸۷ق/۱۹۶۷م.
- طبری، محمد بن جریر، دلائل الامامۃ، قم، تصحیح: قسم الدراسات الاسلامیۃ مؤسسۃ البعثۃ، قم، بعثت، ۱۴۱۳ھ۔
- طبسی، محمد محسن، «امام جواد (ع) بہ روایت اہل سنت»، فصلنامہ فرہنگ کوثر، شمارہ ۶۵، بہار ۱۳۸۵ہجری شمسی۔
- طوسی، محمد بن حسن، اختیار معرفۃ الرجال، تصحیح: حسن مصطفوی، مشہد، دانشگاہ مشہد، ۱۳۴۸ہجری شمسی۔
- طوسی، محمد بن حسن، تہذیب الاحکام، تصحیح: حسن موسوی خرسان، تہران، دارالکتب الاسلامیہ، چاپ: چہارم، ۱۴۰۷ھ۔
- طوسی، محمد بن حسن، کتاب الغیبہ، تحقیق: عباداللہ تہرانی و علی احمد ناصح، قم، مؤسسۃ المعارف الاسلامیہ، ۱۴۲۵ھ۔
- طوسی، محمد بن حسن، مصباح المتہجد، قم، المکتبۃ الاسلامیۃ، بی تا.
- عاملی، سید جعفر مرتضی، الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم، قم، دارالحدیث، ۱۴۲۶ھ۔
- عاملی، سید جعفر مرتضی، الحیاۃ السیاسیۃ للامام الجواد، بیروت، المرکز الاسلامی للدراسات، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۲۵ھ۔
- عطاردی، عزیزاللہ، مسند الامام الجواد ابی جعفر محمد بن علی الرضا علیہما السلام، مشہد، آستان قدس رضوی، ۱۴۱۰ھ۔
- عیاشی، محمد بن مسعود، التفسیر (تفسیر العیاشی)، تصحیح: ہاشم رسولی محلاتی، تہران، المکتبۃ العلمیہ الاسلامیہ، ۱۳۸۰ھ۔
- فتال نیشابوری، محمد بن احمد، روضۃ الواعظین، قم، منشورات الشریف الرضی، ۱۳۷۵ھ۔
- قاضی زاہدی، احمد، پرسشہای مردم و پاسخ ہای امام جواد (ع)، قم، عصر ظہور، ۱۳۹۲ہجری شمسی۔
- قرشی، باقر شریف، حیاۃ الامام محمد الجواد علیہ السلام، بی جا، امیر، چاپ: دوم، ۱۴۱۸ھ۔
- قطب راوندی، سعید بن ہبۃ اللہ، الخرائج والجرائح، قم، مؤسسۃ الامام المہدی علیہ السلام، ۱۴۰۹ھ۔
- قطب راوندی، سعید بن ہبۃ اللہ، دعوات الراوندی، قم، منشورات مدرسۃ الامام المہدی، ۱۴۰۷ھ۔
- قمی، شیخ عباس، منتہی الآمال، قم، موسسہ انتشارات ہجرت، چاپ ہفدہم، ۱۳۸۶ہجری شمسی۔
- »کتاب شناسی توصیفی امام جواد (ع)»، وبگاہ کتابخانہ تخصصی علوم قرآن و حدیث، درج مطلب: ۱۴ بہمن ۱۳۹۷ہجری شمسی، بازدید: ۱۹ تیر ۱۴۰۰ہجری شمسی۔

- کشی، محمد بن عمر، اختیار معرفة الرجال، تحقیق مهدی رجائی، قم، موسسة آل البیت لإحیاء التراث، ۱۴۰۴ھ۔
- کشی، محمد بن عمر، رجال الکشی-اختیار معرفة الرجال، تلخیص محمد بن حسن طوسی، تصحیح: حسن مصطفوی، مشہد، مؤسسہ نشر دانشگاہ مشہد، ۱۴۰۹ھ۔
- کلینی، محمد بن یعقوب، الکافی، تحقیق: علی اکبر غفاری، تہران، دار الکتب الاسلامیة، ۱۴۰۷ھ۔
- مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعة الثالثة، ۱۴۰۳ھ۔
- مجلسی، محمد باقر، زاد المعاد، تصحیح علاء الدین اعلمی، بیروت، مؤسسة الاعلمی للمطبوعات، ۱۴۲۳ھ۔
- محلاتی، ذبیح اللہ، ریاحین الشریعہ در ترجمہ بانوان شیعہ، تہران، دار الکتب الاسلامیہ، ۱۳۶۸ ہجری شمسی۔
- مسعودی، علی بن حسین، اثبات الوصیة للامام علی بن ابی طالب علیہ السلام، قم، مؤسسة انصاریان، الطبعة الثالثة، ۱۴۲۶ھ۔
- مفید، محمد بن محمد، الارشاد فی معرفة حجج اللہ علی العباد، قم، انتشارات کنگرہ جہانی شیخ مفید، ۱۴۱۳ھ۔
- مفید، تصحیح اعتقادات الامامیة، بیروت، دار المفید للطباعة والنشر، چاپ دوم، ۱۴۱۴ھ۔
- مفید، محمد بن محمد، کتاب المزار-مناسک المزار، تصحیح محمد باقر ابطحی، قم، کنگرہ جہانی ہزارہ شیخ مفید، ۱۴۱۳ھ۔
- نجاشی، احمد بن علی، رجال النجاشی، قم، مؤسسة النشر الاسلامی التابعة لجامعة المدرسین بقم المشرفة، ۱۳۶۵ ہجری شمسی۔
- نصر اصفہانی، اباذر، «کتاب شناسی امام جواد»، در مجموعہ مقالات ہمایش سیرہ و زمانہ امام جواد (ع)، ج ۳، قم، مرکز مدیریت حوزہ علمیہ قم، چاپ اول، ۱۳۹۵ ہجری شمسی۔
- نصیبی شافعی، محمد بن طلحہ، مطالب السؤول فی مناقب آل الرسول، تصحیح عبد العزیز طباطبایی، بیروت، مؤسسہ البلاغ، بی تا.
- نوبختی، حسن بن موسی، فرق الشیعہ، بیروت، دار الاضواء، چاپ: دوم، ۱۴۰۴ھ۔
- »ہمایش ابن الرضا، سیرہ و زمانہ امام جواد (ع) در قم بر گزار شد»، خبر گزاری مہر، درج مطلب: ۳۰ فروردین ۱۳۹۵ ہجری شمسی، بازدید: ۱۵ تیر ۱۴۰۰ ہجری شمسی۔
- ہیثمی، احمد بن حجر، الصواعق المحرقة، استانبول، مکتبة الحقیقة، ۱۴۲۴ھ۔
- یعقوبی، احمد بن ابی یعقوب، تاریخ الیعقوبی، بیروت، دار صادر، بی تا